ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیت نمبر 25)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾﴾

''اور جو شخص تم میں سے آزاد مومن عورتوں (یعنی بیبیوں) سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آ گئی ہوں (نکاح کر لے) اور اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ تو ان لونڈیوں کے ساتھ اُن کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق اُن کا مہر بھی ادا کر دو بشرطیکہ عفیفہ ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ در پردہ دوستی کرنا چاہیں۔ پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لیے ہے اُس کی آدھی اُن کو (دی جائے)۔ یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اُس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور جو کوئی تم میں سے اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ مومنہ، محصنہ عورتوں سے شادی کر سکے تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں سے نکاح کر لے۔ یاد رکھیے کہ محصنہ دو معنی میں آتا ہے۔ ایک خاندانی، شریف زادی، آزاد گھرانے کی عورت جسے گھر کا قلعہ (حصن) میسر ہے، دوسری شادی شدہ عورت جو شوہر کی زیر حفاظت ہے۔ پہلے جو ذکر آیا تو وہاں شادی شدہ عورت مراد تھی اور یہاں محصنات سے مراد شریف زادیاں، آزاد مسلمان عورتیں ہیں جو کسی کے نکاح میں نہ ہوں۔ ظاہر ہے آزاد مسلمان عورتوں کا تو مہر ادا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ کوئی مفلس جو مہر ادا نہیں کر سکتا وہ کیا کرے۔ تو ایسی صورت میں تم مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ کس کا ایمان کس درجے کا ہے۔ تو جو بھی ایمان کا دعویدار ہے قانوناً اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔ تو تم ان لونڈیوں سے نکاح کر لو ان کے مالکوں کی مرضی کے ساتھ۔ لونڈی کا مالک اُس کے ساتھ جنسی تعلق قائم رکھ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس لونڈی سے نکاح کرنا چاہے گا تو اُس کے مالک کی اجازت ضروری ہوگی کیونکہ منکوحہ لونڈی کے ساتھ وہ جنسی تعلق قائم نہیں رکھ سکے گا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جس معاشرے میں قرآن نازل ہو رہا تھا وہاں ایسی صورتیں موجود تھیں۔ چنانچہ اصلاح کا عمل تدریجاً شروع ہوا اور رائج الوقت صورتوں میں بہتری پیدا کی گئی۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایسی صورتیں پیدا کرو۔ پس ان لونڈیوں سے نکاح کر لو اور معروف طریقے سے اُن کے مہر ادا کرو۔ لونڈیوں کے مہر تھوڑے ہوں گے اور ادائیگی میں آسانی ہوگی۔ ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں بھی نیت گھر بسانے کی ہو محض مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو اور نہ ہی کوئی چوری چھپے کی دوستیاں، یاریاں ہوں بلکہ نکاح اعلانیہ ہو۔ سب کو معلوم ہو کہ یہ فلاں کی لونڈی ہے اور فلاں کے نکاح میں ہے۔ ابو جہل کا ایک شریف النفس چچا تھا، سمیہ اُس کی لونڈی تھی۔ یاسر یمن سے آ کر مکہ میں آباد ہوئے تو سمیہ کے مالک کی مرضی سے اُس کے ساتھ شادی کر لی۔ ان کے ہاں عمار پیدا ہوئے۔ یہ تین کا کنبہ ہو گیا۔ جب سمیہ کا آقا مر گیا تو ابو جہل نے موقعہ پا کر اس خاندان کو وہ بدترین ایذائیں دیں کہ آدمی پڑھ کر کانپ جاتا ہے۔

لونڈی جب کسی کے نکاح میں آ جائے تو اگر پھر وہ کوئی بے حیائی کا کام کرے تو اُسے شادی شدہ عورت کی نسبت آدھی سزا دی جائے گی۔ یاد رہے کہ اُس وقت تک زنا کی سزا رجم کا حکم نہیں آیا تھا بلکہ 100 کوڑوں کی سزا بھی نہیں تھی۔ یہ بالکل ابتدائی احکام ہیں۔ ابھی صرف اٰذُوْهُمَا کا ذکر ہے کہ ان دونوں کو سزا دو۔ لونڈی کے لیے یہ سزا بہر حال اس سزا کا نصف ہوگی جو آزاد عورت کی ہوگی۔ کیونکہ آزاد عورت کو شریف خاندان سے تعلق کی بنا پر ایک حفاظت (Protection) حاصل ہوگی جبکہ غریب لونڈی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی رعایت تمہارے اُن لوگوں کے لیے ہے جنہیں فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو اور وہ اپنے شہوانی جذبات کو کنٹرول نہ کر پا رہے ہو۔ ورنہ بہتر یہی ہے کہ ان کمتر حیثیت کی عورتوں (باندیوں) سے نکاح سے بچ کر ہی رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

فرمانِ نبویؐ

پڑوسیوں کے حقوق

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: ((خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ)) (الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''بہترین ساتھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہوں، اور بہترین ہمسائے وہ ہیں جو اپنے ہمسایہ کے لیے بہتر ہوں''۔

نمبر ... 25/7/05 ... ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

حسبہ بل

حسبہ بل جو گزشتہ ہفتے سرحد اسمبلی میں پیش ہوا تھا دو دن کی بحث و تمحیص کے بعد منظور ہو گیا اور اب وہ رسمی منظوری کے لئے سرحد کے گورنر کو بھیج دیا گیا ہے۔ گورنر کو آئین کے تحت اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے نظر ثانی کے لئے سرحد اسمبلی کو واپس بھیج دے۔ سرحد اسمبلی اس میں کوئی ترمیم منظور کر کے یا بلا تبدیلی اسی حالت میں دوبارہ گورنر کو دستخطوں کے لئے بھیج دے' اب گورنر کو لازماً اس پر دستخط کرنے ہوں گے۔ گورنر کے دستخط نہ کرنے کی صورت میں بھی کوئی آئینی بحران پیدا نہیں ہوگا اور حسبہ بل قانون کی شکل اختیار کر لے گا۔ حسبہ بل اب صوبہ سرحد کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ملکی اور بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔ سیاسی جماعتوں خصوصاً سیکولر سیاسی جماعتوں نے اسے اپنے لئے چیلنج قرار دیا ہے اور اس کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے۔ وفاقی حکومت اس بل کی مخالفت میں پیش پیش ہے لہٰذا ایک طرف انتظامی سطح پر اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس قانون کو نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور دوسری طرف انتہائی تیز رفتاری سے بل کے منظور ہونے کے فوری بعد سپریم کورٹ میں ریفرنس دائر کر کے اعلیٰ عدالت سے رہنمائی کرنے کو کہا گیا ہے۔

آیئے حسبہ بل کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں اس بل پر مرکزی حکومت کی طرف سے جو اعتراضات کئے گئے ہیں اُن میں سے چند ایک یہ بھی ہیں کہ (i) یہ آئین سے متصادم ہے۔ (ii) متوازی عدالتی نظام قائم ہو جائے گا۔ (iii) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اپنی اپنی تاویلات فرقہ واریت میں مزید تلخی کے اضافہ کا باعث بنیں گی۔ (iv) محتسب کے وزیر اعلیٰ کو جواب دہ ہونے کی وجہ سے آمریت قائم ہو جائے گی اور سیاسی انتقام کی راہ کھل جائے گی۔ (v) مرکز میں اور تین صوبوں میں محتسب کا ادارہ قائم تھا اور احتساب کا قانون بھی پہلے سے موجود تھا تو سرحد میں متوازی ادارہ قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ہماری رائے میں آئین سے متصادم ہونے اور متوازی عدالتی نظام کا اعتراض اگرچہ بظاہر بڑا وزنی ہے لیکن مرکزی حکومت کا کوئی منہ نہیں ہے کہ وہ آئین کے تقدس یا متوازی عدالتی نظام کی بات کرے اس لئے کہ موجودہ حکومت کے منہ پر جمہوریت کا جتنا چاہیں غازہ تھوپ دیں کسی سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ ایک فوجی چیف کی حکومت ہے جو آئین کو بھاری بوٹوں تلے مسل کر وجود میں آئی ہے پھر یہ کہ کیا خود اس حکومت نے متوازی عدالتی نظام قائم نہیں کیا ہوا۔ یہ نیب اور ریپ کیا ہیں؟ یہ اعتراض بھی مخالفت برائے مخالفت کی منفی سوچ کا مظہر دکھائی دیتا ہے کہ حسبہ بل کے قانون بننے سے فرقہ واریت میں مزید تلخی کا اضافہ ہوگا جبکہ اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ محتسب صرف ان اسلامی احکامات کا اطلاق کروا سکے گا جن پر تمام مسالک کا مکمل اتفاق ہو۔ اختلافی مسائل اس کے دائرہ کار سے باہر ہوں گے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس بل کے حوالہ سے ایم ایم اے اور سرحد حکومت کی خدمت میں بعض معروضات پیش کریں اور اپنے بعض تحفظات کا اظہار کریں' حسبہ بل کے چیدہ چیدہ نکات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے ضروری ہیں۔ دفعہ 10 کے تحت تفویض شدہ اختیارات کو متاثر کئے بغیر محتسب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ درج ذیل امور کی انجام دہی کا فریضہ ادا کرنا ہوگا: (i) اسلام کی اخلاقی اقدار کی پابندی' خصوصاً پبلک مقامات پر (2) اسراف اور تبذیر کی حوصلہ شکنی' خصوصاً شادی کے موقع پر مختلف تقریبات اور جہیز کے حوالہ سے (3) رمضان میں افطار اور تراویح کے وقت اسلامی شعائر کی لازمی پابندی (4) فرض نمازوں کے اوقات میں اسلامی شعائر کا احترام۔ خصوصاً مساجد کے اردگرد اچھا ماحول قائم کرنا اور جمعہ کے اوقات میں تجارتی لین دین کا ختم کرنا۔ (5) لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال اور فرقہ وارانہ تقاریر پر پابندی۔ (6) اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے مقدس مقامات کی حفاظت (7) غیر اسلامی رسومات جن سے خواتین کے حقوق متاثر ہوں' خصوصاً غیرت کے نام پر قتل اور میراث میں خواتین کو محروم رکھنا اور خواتین کے شرعی حقوق کی فراہمی (8) ناپ تول کی نگرانی اور ملاوٹ کا تدارک (9) سرکاری محکمہ جات کی کارکردگی پر کڑی نگرانی اور رشوت ستانی کا خاتمہ (10) سرکاری اہلکاروں کو صحیح معنوں میں عوام کا خادم بنانا اور عوام کو اپنے مسائل کے حل کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھانے سے بچانے کے لئے اقدام کرنا۔ (11) ضلع اور تحصیل کی سطح پر محتسب کا تقرر کر کے انتہائی نچلی سطح پر انصاف مہیا کرنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔ ہماری رائے میں ان میں سے کوئی شق بھی ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں دو رائے ممکن ہوں۔ یہ سب ایک اچھی حکومت کے کرنے کے کام ہیں۔ البتہ ہم ایم ایم اے اور سرحد کی حکومت سے یہ توقع رکھتے تھے کہ حسبہ بل کی بجائے شریعت بل پیش کیا جاتا اور اس میں یہ سب کچھ بھی ہوتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ معیشت کی اسلامائزیشن کے لئے اقدام کئے جاتے خصوصاً سود کی لعنت کی اس مد کو ختم کر دیا جاتا جو صوبے کے اختیار میں ہے۔ جوئے اور سٹے کے مکمل خاتمے کے لئے محتسب کو مکمل اختیارات دیئے جاتے تاکہ اس لعنت کا ہر سطح پر خاتمہ کیا جاتا۔ پھر یہ کہ سیاسی سطح پر پروٹوکول اور سٹیٹس کے تصور کا خاتمہ کیا جاتا اور اعلیٰ و ادنیٰ کے تصور (باقی صفحہ 14 پر)

خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

شمارہ	21 تا 27 جولائی 2005ء	جلد
26	14 تا 20 جمادی الثانی 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700

فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

☆☆☆

''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

گوشۂ اقبال

بالِ جبریل کی چوتھی غزل

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد!

یہ مشتِ خاک‘ یہ صرصر‘ یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم‘ تیری لذّتِ ایجاد!

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گل!
یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مُراد!

قصوروار‘ غریب الدّیار ہوں‘ لیکن!
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد!

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے
وہ دشتِ سادہ‘ وہ تیرا جہانِ بے بنیاد

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد!

اِس غزل کی خصوصیت ہے کہ اقبال نے فرشتوں پر انسان کی برتری اور فضیلت ثابت کی ہے۔ یہ بتایا ہے کہ اگرچہ انسان بہت حقیر اور ناچیز ہستی ہے‘ لیکن کائنات کی ساری رونق اور گہما گہمی اِسی کے دم سے ہے۔

(1) اے خدا! میں تیرا عاجز بندہ ہوں اور تیری مشیت کے سامنے سر فگندہ ہوں۔ غلام کی یہ مجال کہاں کہ وہ اپنے آقا کے سامنے لب کشائی کر سکے‘ لیکن غلام اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ آقا کے علاوہ اور کس کے پاس جا کر اپنا غمِ دل بیان کرے۔ میں ایک ناچیز بندہ ہوں‘ میں یہ جسارت نہیں کر سکتا کہ تجھ سے یہ کہوں کہ تُو میری فریاد سے اثر قبول کرلے‘ یعنی میری دادرسی کر‘ میری التجا قبول کر۔ یہ تو تیری مرضی پر منحصر ہے کہ تُو میری درخواست قبول فرمایا ردّ کر دے‘ لیکن اے خدا! کم از کم میری فریاد سُن تو لے۔

(2) اے خدا! انسان کی حقیقت ہی کیا ہے! وہ محض ایک مُشتِ خاک ہے‘ نہایت ضعیف اور ناتواں۔ اِس کے مقابلے میں دنیا‘ حوادث‘ آفات و مشکلات سے معمور ہے۔ بھلا یہ مُشتِ خاک‘ ہجومِ آفات کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔ انسان کی قوتیں ناقص اور صلاحیتیں محدود ہیں۔ ان کے مقابلے میں دنیا کی آفات بہت وسیع اور کثیر ہیں۔ ”کرم ہے یا کہ ستم“ اِس میں شاعرانہ شوخی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خُدا! جب تک تیرا فضل و کرم شاملِ حال نہ ہو‘ ہم نفسِ امارہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ وہ سچائی ہے جس کا اعلان خود قرآن حکیم نے حضرت یوسفؑ کی زبان سے فرمایا: ”نفسِ امارہ تو انسان کو ہمیشہ بدی کے لیے اُبھارتا رہتا ہے‘ مگر یہ کہ میرا ربّ ہی اپنا رحم کرے۔“
(سورہ یوسف)

(3) اِس شعر میں اقبال نے شاعرانہ انداز میں انسانی زندگی کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے خدا! بے شک بادِ مُراد کلیوں کو شگفتہ کرتی ہے‘ اور فصلِ بہار میں پھولوں کی بہار ہوتی ہے‘ لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ پھولوں کا خیمہ اِس قدر کمزور ہے کہ ہوائے چمن کے مقابلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ یعنی حیاتِ گُل محض چند روزہ ہے۔ اندریں حالات میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں۔ فصلِ بہار سے مجھے کیا مُسرّت حاصل ہو سکتی ہے۔

(4) اِس شعر میں اقبال نے فرشتوں پر انسان کی فضیلت ثابت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اے خُدا! بے شک انسان خطا کار ہے اور غریبُ الدّیار ہے (اشارہ ہے جنت سے حضرت آدمؑ کے اخراج کی طرف‘ یعنی یہ دنیا نبی آدم کا اصل وطن نہیں ہے‘ بلکہ وہ پردیس میں ہیں) لیکن اس کے لیے یہ بات کچھ کم باعثِ فخر و ناز نہیں کہ تیری اِس دنیا کی رونق‘ اُسی کے دَم سے ہے۔ بے شک فرشتے تیری نظر میں بہت اچھے ہیں (کیونکہ وہ گناہ نہیں کرتے) اور آدم واقعی قصوروار ہے (اور اسی لیے جنّت سے نکالا گیا) لیکن تیری دنیا کو بے گناہ فرشتے آباد نہ کر سکے‘ گناہ گار آدم ہی نے آباد کیا۔

(5) تا (7) یہ تینوں شعر باہم مربوط اور معنوی لحاظ سے مسلسل ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ اے خُدا! تیری یہ دنیا دراصل انسان کی ”جفا طلبی“ کی بدولت آباد ہے۔ اگر انسان میں دُکھ اور مصیبت برداشت کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی‘ اگر انسان تیری محبت کے جذبے سے سرشار نہ ہوتا تو کبھی یہ دنیا ہرگز آباد نہ ہو سکتی۔

انسان فطرتاً مشکل پسند اور خطر پسند واقع ہُوا ہے۔ عشق نے اُسے خطرات کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا کر دی ہے۔ جو پرند حوصلہ مند ہوتا ہے‘ وہ اُسی باغ میں رہنا پسند کرتا ہے‘ جہاں صیاد بھی اُس کی گھات میں لگا ہُوا ہو۔ اسی طرح جو انسان حقیقی معنی میں انسان ہے‘ وہ عیش طلب نہیں ہوتا‘ عافیت کوش نہیں ہوتا‘ بلکہ کسی مدِّ مقابل (ابلیس) کو چاہتا ہے‘ تا کہ اُسے مغلوب کر کے اپنی خودی کو معراجِ کمال پر پہنچا سکے۔

اے خدا! فرشتے بہت مقدس اور بڑے نیک‘ متّقی اور پرہیزگار ہیں‘ لیکن ”مقامِ شوق“ یعنی تیری محبت میں سرفروشی کے لیے تیار ہو جانا۔ یہ اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔ کربلا کے میدان میں بے آب و دانہ تیغ و سناں کے زخم کھانا اور پھر بھی مسکراتے جانا‘ اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ‘ زندہ خون کا نذرانہ دونوں ہاتھوں میں لے کر تیرے سامنے پیش کرنا‘ موت و حیات کی کشمکش میں گرفتار ہونے کے باوجود‘ ظہر کی نماز عین وقت پر پوری توجہ کے ساتھ ادا کرنا‘ جبکہ ہر بُنِ مُو سے خون کا فوارہ اُبل رہا ہو‘ پھر تیرے نافذ کردہ قانون حُریتِ نفسِ انسانی کی خاطر اپنا سر کٹا دینا‘ بلکہ پورے خاندان کو بخوشی قربان کر دینا...... اے خدا! یہ کام تیرے فرشتوں کے بس کا نہیں ہے۔ یہ دیوانگی‘ یہ جنون‘ یہ سرفروشی‘ یہ قربانی وہی لوگ کر سکتے ہیں جو فرشتوں سے بڑھ کر حوصلہ رکھتے ہوں۔ یہ حوصلہ‘ یہ جرأتِ رندانہ صرف جذبۂ عشق کی بدولت پیدا ہو سکتا ہے‘ اور فرشتے‘ اِسی جذبے سے محروم ہیں۔ ان میں صرف عبادت کا مادّہ ہے۔ یہ انسان ہی ہے جس میں عبادت کے علاوہ عشق کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اسی لیے انسان ملائکہ سے افضل و اشرف ہے۔

دُشوار گزار گھاٹی اور انسان کا طرزِ عمل

بحوالہ سورۃ البلد

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 8 جولائی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

تذکیر بالقرآن کے حوالے سے ہم نے قرآن مجید کے جس حصے کا مطالعہ شروع کیا ہے اس میں آج ہمیں سورۃ البلد کا مطالعہ کرنا ہے۔ اس سے ماقبل سورۃ الفجر ہم نے پڑھی ہے' یہ دونوں جڑواں سورتیں ہیں۔ ان دو سورتوں میں ظاہری مشابہت بھی ہے اور معنوی بھی۔ دونوں کا آغاز قسموں سے ہوا۔ دونوں میں انسان کے نامناسب رویے کا تذکرہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں پا کر وہ بھول جاتا ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ لیکن اگر کوئی مشکل حالات آ گئے' کوئی سختی آ گئی' کوئی فاقہ آ گیا' تو زبان پر شکوے شکایتیں ہیں۔ اسی طرح سورۃ البلد میں انسان کے کم ظرف اور بخیل ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس ایک اطمینان کی وہ کیفیت ہے جسے سورۃ الفجر میں نفس مطمئنہ کہا گیا ہے' مل رہا ہے یا نہیں مل رہا' صابر ہیں' شاکر ہیں' قانع ہیں' اللہ کی رضا پر راضی' تسلیم و رضا کی کیفیت ہے۔ اسی طرح سورۃ البلد میں ایمان کے سب سے اعلیٰ مرتبہ یعنی صدیقیت والے ایمان کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ گویا ان دونوں سورتوں میں contrast دکھایا گیا ہے' ایک طرف اخلاقی پستی کی انتہا اور دوسری طرف ایمان کی وہ بلندی اور عروج۔ انہی انسانوں کے اندر ان دونوں کیفیات کا آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

اب مطالعہ کا آغاز کرتے ہیں۔ فرمایا: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ "نہیں' میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی"۔ عام طور پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ "لَا" زائدہ ہے' یعنی ترجمہ میں نہیں آئے گا۔ لفظی ترجمہ ہو گا: "نہیں' میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی"۔ لیکن یہاں اس "نہیں" کا کیا مفہوم ہے؟ یہ عربی مبین کا ایک اسلوب ہے۔ البتہ تابعین میں سے کسی نے یہ رائے دی ہے جو بہت وزنی ہے کہ مخاطب مشرکین عرب ہیں۔ چنانچہ یہاں پر "لَا" کا مفہوم یہ ہو گا کہ یہاں ان کے غلط تصورات کی نفی سے بات شروع ہو رہی ہے کہ تم نے دنیا کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے اور تم جو سمجھتے ہو کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہے' یہ سب غلط تصورات ہیں۔ ﴿اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی"۔ مفسرین کا اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ "اور (اے نبیؐ!) آپ مقیم ہیں اس شہر میں۔" اس آیت کا ایک ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے: "اس شہر میں آپ حلال ہیں"۔ اس بلد حرام میں' سرزمین حرم میں آپ حلال ہیں۔ یعنی آپ پر ہر طرح کی مصیبت' تکلیف' مشقت روا رکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور ایک رائے یہ ہے کہ ﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ درحقیقت ایک پیشین گوئی ہے کہ یہ شہرِ حرام جو سرزمین حرم میں واقع ہے' ایک وقت میں آپ کے لیے حلال ہو جائے گا۔ یعنی جب آپ فتح مکہ کے وقت اس شہر میں داخل ہوں گے اُس وقت آپ کو اللہ کی طرف سے یہاں تلوار اٹھانے کی اجازت ہو گی۔

جس چیز پر قسم کھائی جا رہی ہے وہ آگے آ رہی ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾ "ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے مشقت میں"۔ سختی اور تکلیف اٹھانا انسان کا مقدر ہے۔ اس بات پر قسم کھائی جا رہی ہے' اس بات پر شہادت دی جا رہی ہے۔ اس بات پر شہر مکہ کی گواہی لائی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ شہر کیا تھا: ﴿بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ (ابراہیم: 37) سنگلاخ چٹانیں تھیں' گھاس کا تنکا تک نہیں اُگتا تھا۔ وہاں اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس بیت اللہ کے طفیل رزق پہنچا رہا ہے۔ جیسا کہ سورۃ القریش میں فرمایا: ﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝﴾ دنیا بھر سے مختلف میوے' پھل' غلہ اور رزق سمٹ کر وہاں پہنچتا تھا۔ لیکن وہ تو ایام حج کا معاملہ تھا' ورنہ وہاں کی زندگی بڑی مشقت والی تھی۔ سخت چٹانیں ہیں' گرمیوں میں سخت ترین گرمی ہے۔ لہٰذا یہ شہر اس بات کا گواہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے محنت و مشقت میں پیدا کیا ہے۔

تیسری آیت میں قسم کھائی: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾ "اور قسم ہے جننے والے کی اور جو جنا گیا (یعنی اولاد)"۔ اس کے بارے میں مفسرین کی کئی آراء ہیں۔

ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم و حوا علیہما السلام ہیں اور بقیہ پوری بنی نوع انسان ان کی اولاد ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت اسماعیل اور حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں' جن کی نسل یہاں آباد تھی۔ ان کا مقام و مرتبہ والدین کا ہے اور یہ بنو اسماعیلؑ جو یہاں پر آباد ہیں یہ "مَا وَلَدَ" یعنی اولاد ہیں۔ تاویل عام کے اعتبار سے تمام اولاد اور والدین کا رشتہ اس امر پر گواہ ہے۔ والدین اپنی اولاد کے لیے کتنی سختی برداشت کرتے ہیں' کیسی کیسی قربانی دیتے ہیں' پیٹ کاٹ کر انہیں کھلاتے ہیں۔ اور پھر والدہ کا جو حصہ ہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ حمل کے ایام ہیں وہ بھی سختی کے ہیں اور پھر وضع حمل کی سختی ہے۔ اولاد کے غم بھی ہیں۔ تکلیف اولاد کو ہوتی ہے' اس سے زیادہ والدین تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ یہ جو کیفیات ہیں یہ سب اس بات کے مظاہر ہیں: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾ "(کہ) ہم نے انسان کو محنت اور مشقت ہی میں پیدا کیا"۔ گویا یہ محنت و مشقت اور سختی انسان کا مقدر ہے۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں!

جب تک یہ حیات کا تسلسل ہے' سانس کی آمد و رفت ہے' انسان کو غموں سے آزادی نہیں۔

غم صرف جسمانی ہی نہیں ہوتے' کچھ نفسیاتی بھی ہوتے ہیں۔ پھر جو تفکرات انسان پر طاری رہتے ہیں کہ کل کیا ہو گا؟ پورے طور پر اس سے مفر کسی کو حاصل نہیں۔ نوعیت کا فرق ہو سکتا ہے۔ ایک ارب پتی کے غم' الم اور خدشات اور نوعیت کے ہیں' جبکہ ایک مزدور محنت کش' جس کے لیے اپنا اور اپنی اولاد کا پیٹ پالنا سب سے بڑا مسئلہ ہے' اس کے غم' فکر' پریشانیاں اور نوعیت کی ہیں' لیکن اس سے

مفر کسی کو نہیں۔ یہی مضمون سورۃ الانشقاق میں ایک اور انداز سے آیا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ یعنی ’’اے انسان! تجھے مشکلات پر مشکلات جھیلتے ہوئے صدمات کو برداشت کرتے ہوئے تکالیف اٹھاتے ہوئے بالآخر اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے‘‘۔ یعنی وہ جو فلسفہ ہے کہ موت پر شاید رنج وغم کا خاتمہ ہو جائے گا وہ بھی درست نہیں ہے۔ سب سے مشکل اور کٹھن وقت تو وہ ہے جب ربّ سے ملاقات ہوگی‘ جب عدالتِ خداوندی میں حاضری اور پیشی ہوگی۔

غالب کا ایک اور شعر ہے کہ ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

دنیا کے غموں اور پریشانیوں سے گھبرا کر انسان پھر موت کی دعا کرنے لگتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن کیا گارنٹی ہے کہ موت پر خاتمہ ہو جائے گا؟ کوئی گارنٹی نہیں‘ بلکہ سب سے مشکل وقت تو اس کے بعد آنا ہے۔ یہ انسان کا المیہ (ٹریجڈی) ہے۔ ایک طرف انسان اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور صناعی کا شاہکار اور ماسٹر پیس ہے‘ لیکن اس کا انجام بہت المناک ہے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کا انجام اتنا شاندار ہوگا کہ فرشتے بھی رشک کریں گے۔ اور یہ سب کا ہوسکتا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر وہ صلاحیت رکھی ہے‘ لیکن نوعِ انسانی کی ایک عظیم اکثریت جہنم میں جھونکی جائے گی۔

یہ دنیا تو دارالامتحان ہے۔ خاص طور پر جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں‘ یہ ایمان کی سختی کا امتحان ہے۔ اب حالات اور زیادہ مشکل ہوں گے۔ ابھی تک تو امریکہ میں مسلمانوں پر زمین تنگ ہوئی تھی‘ اب سیون سیون کے واقعہ کے بعد یورپ اور انگلینڈ میں بھی مسلمانوں پر وہی حالات آنے والے ہیں۔ لیکن اصل میں امتحان کس چیز کا ہے؟ اللہ کی بات مانتے ہو یا ہماری بات مانتے ہو؟ اگر اسلام پر چلنا بھی ہے تو جو تصورِ اسلام کا ہم دے رہے ہیں‘ یعنی ’’روشن خیال اسلام‘‘ اس کو قبول کرتے ہو یا نہیں؟ اس امتحان میں بہت کم لوگ کامیاب ہوں گے۔ یہ بہت سخت امتحان ہے۔ اسی لیے تو احادیث میں آتا ہے کہ دجالی فتنے سے ہر نبی اور رسول نے پناہ مانگی ہے۔ فتنہ اصل میں یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کے لیے ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو جائے۔ ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ انسان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل بن جائے۔ جس دور سے اب ہم گزر رہے ہیں یہ دجالی فتنے کی انتہا ہے۔

بہرکیف اس آیت کے حوالے سے اصولی طور پر جان لیجیے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾ ’’انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے مشقت میں‘‘۔ لیکن اس کے اعمال کے نتیجے میں آخرت میں ایک عظیم فرق واقع ہوگا۔ ﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ﴾ ’’کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی قابو پانے والا (قدرت رکھنے والا) نہیں ہے؟‘‘ یعنی انسان کا یہ عجیب المیہ‘ ایک طرف محنت و مشقت اس کا مقدر ہے‘ لیکن دوسری طرف جب موقع ملتا ہے تو داؤ لگاتا ہے۔ لاٹھی ہاتھ میں آئے تو فرعون بن بیٹھتا ہے۔ چار پیسے مل جائیں تو اس پر قارونیت مسلط ہو جاتی ہے۔

﴿يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾ ’’کہتا یہ ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا‘‘۔ اصل میں جو سردارانِ قریش تھے یہ ان کی نفسیات تھی۔ وہ اگر مال خرچ بھی کرتے تھے تو صرف اپنی سخاوت کے اظہار کے لیے۔ کسی وقت دیگیں چڑھادی ہیں اور لنگر تقسیم ہو رہا ہے‘ لیکن کسی غریب‘ ضرورت مند کو دیکھ کر دل نہیں پسیجتا تھا۔ جہاں موقع ملا ہاتھ مار رہے ہیں‘ ایک طرف ظلم وستم جاری ہے دوسری طرف کہتے تھے دیکھو ہم نے کتنا مال خرچ کیا ہے۔ یا وہ دینِ اسلام آنحضورﷺ اور اسلام کا راستہ روکنے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ سورۃ الانفال میں ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۳۶) ’’یہ جو کفار ہیں یہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں‘‘۔ یہ نہیں کہ اللہ کے کلمے کی سربلندی یا اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے میں اس مال کو خرچ کیا جائے‘ بلکہ اگر خرچ کر بھی رہے ہیں تو نام ونمود کے لیے یا اللہ کے دین کا راستہ روکنے کے لیے۔

ان لوگوں کے متعلق فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾ ’’کیا وہ سمجھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں ہے؟‘‘ اس کے تو تمام اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾ ’’کیا ہم نے اسے دو آنکھیں عطا نہیں فرمائیں؟‘‘ ﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ﴾ ’’اور زبان اور ہونٹ عطا نہیں کیے؟‘‘

اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا بیان فرما رہے ہیں کہ ذرا ان چیزوں پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں۔ آنکھیں اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے اور جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں انہیں معلوم ہے کہ کتنی بڑی نعمت سے محروم ہیں۔ یہ آنکھیں صرف ظاہر کو دیکھنے کے لیے نہیں ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے انسان کو عبرت پذیری کی صلاحیت بھی دی ہے۔ دیکھو سبق حاصل کرو‘ عبرت حاصل کرو! مظاہر کائنات کو دیکھو اور پہنچو مسبب الاسباب تک کہ ہاں ایک ہستی ہے جس کی حکمت کی یہ ساری کارفرمائی ہے۔ اسی کی قدرت اور مشیت کا اظہار ہر طرف ہو رہا ہے۔ اگر انسان اپنی بصارت کا صحیح استعمال کرے تو پھر اس راستے پر پڑے گا جو اس کو ہمیشہ کے لیے ابدی نعمتوں اور جنت کی طرف لے جائے گا۔ اسی طرح اسے زبان عطا کی ہے۔ وہ اس کے ذریعے مافی الضمیر کو بیان کر سکتا ہے‘ اور یہ بہت بڑی قوت ہے جو اللہ نے انسان کو عطا کی ہے۔ پھر یہ دو ہونٹ عطا کیے ہیں۔ اس نعمت کے اندر جو حکمتیں ہیں‘ اس کی جو افادیت کے پہلو ہیں وہ بے شمار ہیں۔

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ’’اور ہم نے راہنمائی فرمائی ہے اس کی دو گھاٹیوں کی طرف‘‘۔ مفسرین نے اس کی مختلف تعبیریں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک رائے جس کی طرف اکثر مفسرین کا رجحان یہ ہے کہ اس سے مراد ہے خیر اور شر کی گھاٹیاں۔ یعنی ایک ہے حق کا راستہ اور ایک ہے کفر کا راستہ۔ ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (الدھر) چاہے شکر گزار بن کر رہو‘ چاہے شیطان کے پیچھے چلو۔ آگے سورۃ الشمس میں آئے گا: ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ تقویٰ کا راستہ اور شر کا راستہ‘ یہ دونوں انسانی نفس پر الہام کر دیے۔ آگے شکوے کا سا انداز ہے کہ اخلاقی بلندی کی طرف جانے کی بجائے اس کا رجحان پستیوں کی طرف ہے۔ ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ ’’پس یہ گھاٹی کو عبور نہ کر سکا‘‘۔ ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾ ’’اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کون سی ہے (جس کو یہ عبور نہیں کر سکا)‘‘۔ دیکھیے کوئی بھی چڑھائی چڑھنی ہو تو ذرا محنت کرنا پڑتی ہے۔ عمل صالح اور نیک کام کے لیے انسان کو تھوڑی محنت‘ عزم وارادہ اور پختہ نیت درکار ہوتی ہے۔ خیر کی طرف جانے کے لیے انسان فیصلہ کن طور پر ایک راہ اختیار کرتا ہے اور اس کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔ جیسے بلندی پر چڑھنے کے لیے آپ کو محنت کرنا پڑے گی‘ جبکہ اور پستی پر آپ اپنے آپ کو لڑھکانا چاہیں تو خود کو ڈھیلا چھوڑ دیں‘ لڑھکتے چلے جائیں گے۔ انسان کو اللہ نے روحانیت کے بلند مقامات تک رسائی کی صلاحیت دی تھی‘ لیکن یہ اس بلندی کی ہمت نہیں کر سکا جو اس کا اصل مقام ہے‘ جہاں اسے پہنچنا چاہیے تھا۔ بلکہ اس نے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

اور وہ گھاٹی کونسی ہے؟ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ ’’گردنوں کا چھڑا دینا‘‘ غلاموں کو آزاد کروانا۔ کوئی مقروض ہو جس کا بال بال قرض میں بندھ گیا ہے اسے اس قرض سے چھٹکارا دلا دینا۔ یہ انسانی ہمدردی اور اخلاقِ عالیہ کا مقام ہے۔ ﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ﴾ ’’یا قحط کے دنوں میں (کسی مسکین یا محتاج کو) کھانا کھلانا‘‘۔ ﴿يَّتِيْمًا

ذَامَقْرَبَةٍ﴾ ”کسی ایسے یتیم کو کھانا کھلانا کہ وہ قرابت دار بھی ہے“۔

دیکھیے انسانی نفسیات یہ ہے کہ کبھی اس پر نیکی کا غلبہ ہوتا ہے‘ خیرات تقسیم کرنے جاتا ہے تو چوتھے محلے جائے گا۔ اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ ان کے لیے بعض اوقات دل پر میل ہوتی ہے‘ کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔ چنانچہ اس نے رحم کھانا بھی ہے تو ان پر نہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ ایسے مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا‘ اسے کھانا کھلانا‘ جو قرابت دار بھی ہو۔ ﴿اَوْ مِسْكِیْنًا ذَامَتْرَبَةٍ﴾ ”یا وہ محتاج کہ جو مٹی ہو گیا ہے۔“ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس مشکل میں ہے‘ دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہے‘ کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے‘ ادھر آپ کے بینک بیلنس میں کروڑوں روپے موجود ہیں۔ لیکن یہ گھاٹی بڑی مشکل ہے‘ انسان اس کو عبور نہیں کر پاتا۔ اصل میں یہ ہے انسانی ہمدردی کا جذبہ جو سارے خیر کی جڑ بنیاد ہے۔ ایک حدیث میں بڑے پیارے الفاظ ہیں: ”جو شخص دل کی نرمی سے محروم ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے“۔ آج کی تہذیب آپ کو اپنے حقوق کی جنگ سکھاتی ہے کہ اپنا حق حاصل کرو‘ موقع کی تاک میں رہو۔ تمہیں اپنے آپ کو بنانا ہے۔ دوسروں کی فکر مت کرو‘ اپنے مستقبل کو دیکھو‘ یا تمہاری اولاد ہے‘ اس کا مستقبل ہے۔ یہ دولت جو تمہیں ملی ہے تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے ہے‘ اسے اولاد کے مستقبل کے لیے بچا کر رکھو۔ آج کی تہذیب آپ کو یہ دعوت نہیں دیتی کہ اپنے دائیں بائیں نظر ڈالو اور محتاجوں کا سہارا بنو۔ تمہارا اصل امتحان یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرانا‘ کوئی شخص قرض کی جکڑ بندی میں آ گیا‘ اسے اس سے چھٹکارا دلانا اور جب تنگی ہو‘ بھوک کا وقت ہو‘ اس وقت مسکینوں کو‘ یتیموں کو‘ محتاجوں کو کھانا کھلانا۔

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ ”پھر ہو وہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے اور جو آپس میں صبر کی تاکید کرتے ہیں اور رحم کھانے کی تلقین کرتے ہیں“۔ ایمان کی سب سے اونچی چوٹی یعنی صدیقین والا ایمان یہ ہے جس کے اندر ہمدردی کا جذبہ موجود ہو۔ اس کی کامل ترین مثال تو خود آنحضورﷺ تھے۔ آغاز وحی سے قبل بھی آپؐ کی زندگی خدمت خلق کا سب سے بڑا نمونہ تھی۔ بیواؤں کی خبر گیری کرنے والے‘ مسافروں کا خیال رکھنے والے‘ یتیموں کے کام آنے والے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ اُس معاشرے میں یہ جذبہ موجود ہی نہ ہو‘ بلکہ حضرت ابوبکر ؓ کا مزاج بھی اسی قسم کا تھا۔ وہ پہلے سے فطرت کی سلامتی پر تھے۔ انبیاء کے بعد سب سے اونچا مرتبہ صدیقین کا ہے۔ قرآن میں صدیقیت کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں ایک صفت سورۃ الّیل میں ان الفاظ میں آئی ہے: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾ ”جس نے اپنا مال خرچ کیا اور پرہیز گاری کی روش اختیار کی“۔ جس نے اپنا مال خدمتِ خلق میں‘ ابنائے نوع کی ہمدردی میں‘ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں خرچ کیا۔ یہ ہے سب سے اونچا انسانی وصف۔ ایسا شخص جب ایمان کی وادی میں آئے گا تو پھر وہ ابوبکر صدیق ؓ بنے گا۔ ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”پھر وہ شخص ہو ان لوگوں میں کہ جو ایمان لائے“ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ اور ایمان لانے کے بعد انہوں نے ”ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی اور باہم ہمدردی اور رحم کرنے کی ایک دوسرے کو ترغیب و تشویق دلائی“۔

یہ جان لیجیے کہ یہ جو دین کا قیام ہے‘ دینِ حق کو قائم کرنا‘ جسے ہم نظامِ مصطفیٰ ﷺ بھی کہتے ہیں‘ اس کے قیام کا بھی سب سے بڑا محرک یہی ہے۔ ایک محرک خلوص و اخلاص کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری ہم پر ڈالی ہے‘ لیکن اہم ترین محرکات میں سے یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا خدمتِ خلق کا کام ہے۔ انصاف اس نظام میں میسر آئے گا۔ معاشی اعتبار سے‘ سیاسی اعتبار سے‘ معاشرتی اعتبار سے لوگوں کو اس نظام میں حقوق ملیں گے۔ آج ایک عام آدمی کے لیے انصاف کا حصول کس قدر مشکل ہے۔ یہ گلا سڑا نظام ہے جو اس وقت ہم لیے پھر رہے ہیں۔ کچہریوں کے چکر لگانے اور وکیلوں کی خوشامد کرنے کے بعد پھر بھی انصاف نہیں ملتا‘ الا ماشاء اللہ۔ طالبان کا ذکر بہت دفعہ ہوتا ہے۔ ان کی جو اچھی باتیں ہیں وہ ہم بہت جلد بھول جاتے ہیں۔ وہ لوگ اگرچہ untrained تھے‘ انہوں نے دنیا نہیں دیکھی تھی‘ لیکن انہوں نے دنوں میں انصاف فراہم کیا۔ وہاں پر یہ اسلامی نظام کی برکت تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیا نے ان کے لیے وسائل کے تمام دروازے بند کر رکھے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ ”کرائم فری سوسائٹی“ بن چکی تھی‘ وہاں لوگوں کو امن و امان میسر تھا۔ بہرکیف یہ لوگ جب ایمان لاتے ہیں تو ایک دوسرے کو صبر اور باہم ہمدردی کی وصیت اور تلقین کرتے ہیں۔ یہ صبر اور ہمدردی کا معاملہ اللہ کے کلمے کی سربلندی اور اس نظامِ عدل کو قائم کرنے کے حوالے سے ہے‘ کیونکہ اس راہ میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔

• ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ﴾ ”یہ ہیں وہ لوگ جو خوش نصیب ہیں“۔ یہ داہنے والے ہیں۔ ان کے داہنے ہاتھ میں قیامت کے دن ان کا اعمال نامہ تھمایا جائے گا۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ ”اور جو ہماری آیات کا انکار کریں“ (ناشکری کریں‘ ہماری آیات کو اٹھا کر پیٹھ پیچھے پھینک دیں) جو یہ کہتے ہیں ہم تو دنیا میں زمانے کے چلن کے مطابق زندگی گزاریں گے‘ حضورﷺ کے دور میں کلچر کچھ اور تھا لیکن آج تو مغربی کلچر اختیار کرنا ہے۔ اسی طرح معیشت کے اندر بہت سی صورتیں جو حرام ہیں آج ان کے بغیر گزارہ ممکن نہیں ہے۔ ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ ”جو ہماری آیات کا انکار کریں گے“۔ ناقدری کریں گے‘ ناشکری کریں گے ﴿هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ ”یہ ہیں بدنصیب لوگ“۔ اس لیے ان کے لیے ابدی عذاب ہے۔ ﴿عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ”ان پر آگ بند کر دی جائے گی“۔ سورۃ الہمزہ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ آگ کے بڑے بڑے ستونوں میں مجرموں کو بند کر دیا جائے گا‘ جیسے اوون کے اندر آگ کی ساری تپش اور ساری تمازت پورے طریقے سے اندر رہتی ہے‘ ایسے ہی آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس انجامِ بد سے سب کو محفوظ فرمائے۔ (آمین!)

مرتب: فرقان دانش خان

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ‘ سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے‘ روشن اور ہوادار کمرے‘ نئے قالین‘ عمدہ فرنیچر‘ صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے‘ اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن ‘جی ٹی روڈ‘ امانت کوٹ‘ مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056‘ ہوٹل: 0946-835295‘ فیکس: 0946-720031

عظمتِ قرآنِ حکیم

محمد حسین

اگر غور کیا جائے تو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے اور سب سے کم سمجھی جانے والی کتاب بھی یہی ہے۔ بطور ثواب اس کو بغیر سوچے سمجھے لوگ پڑھے جارہے ہیں۔ یہ ایسی ہستی کی نازل کردہ ہے جس نے خود انسان کی تخلیق کی دنیا کو بنایا زمین و آسمان بنائے بہشت اور دوزخ کو بنایا ایسی ہستی کے کلام کو انسان نہ سمجھے تو انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ آپ طالب علم ہوں یا استاذ' مفکر ہوں یا مقرر' مصنف ہوں یا محقق' ادیب ہوں یا شاعر' سائنس دان یا ریاضی دان' تجارت پیشہ ہو یا صنعت کار جج ہوں یا وکیل' لیکچرار ہوں یا پروفیسر' عالم ہوں یا صوفی خواہ کچھ بھی ہوں یہ یقین کرلیں کہ اگر آپ نے قرآن حکیم کو سمجھ کر نہیں پڑھا تو پھر آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ پڑھے لکھے جاہل ہیں آپ علم سے محروم ہیں آپ علم کی چاشنی سے نابلد ہیں اور آپ کو علم کا سرا بھی نہیں مل سکا۔ اگر غور کیا جائے تو علم کا سرچشمہ قرآن ہے علم کی شاہ کلید قرآن ہے اور وہ شخص یقیناً علم سے محروم ہے جو قرآن سے محروم ہے قرآن ہی سے آپ کو حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کے ذوق علم کی تسکین کرسکتا ہے اور اگر آپ کلام کے جوہر شناس ہیں تو قرآن ہی آپ پر کلام کے جوہر آشکارا کرسکتا ہے۔

قرآن سے شغف زندگی کا حاصل ہے اس میں غور وفکر انسانیت کی معراج ہے۔ اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر سعادت وخوش بختی ہے اس سے ہدایت حاصل کرنا' دانشمندی اور اس کی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے اس خوش نصیب کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے جسے اللہ نے قرآن پاک کا شغف بخشا ہے اسے پڑھنے سننے اور اس میں غور وفکر کا ذوق عنایت فرمایا ہے۔ اور یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ اس کی روشنی میں اپنی شخصی' خاندانی' سماجی اور ملکی زندگی کی تعمیر کرے اور اسی طرح اس محروم کی زندگی پر جتنا افسوس کریں کم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی پڑھنے لکھنے کا موقع عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم رہا اور اگر اسے اپنی محرومی کا احساس بھی نہیں ہے تو خون کے آنسوؤں سے بھی اس کی تلافی ناممکن ہے۔

قرآن مجید ہر حیثیت سے کامل اور مکمل ہے اور اپنے موضوع پر جامع مستند اور حرف آخر ہے آپ اگر سمجھتے ہیں کہ آپ کی معلومات میں اضافہ ہوجائے دماغی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوجائے فنی اصول وضوابط معلوم ہو جائیں آپ کا دل بدل جائے آپ کی شخصیت تبدیل ہو جائے آپ کے اندرون میں منظم اور کامل انقلاب آجائے آپ کی زندگی کی قدریں بدل جائیں آپ کے فکر ونظر کے زاویے بدل جائیں ترک و اختیار کے معیار بدل جائیں آپ کی زندگی کا رخ بدل جائے تو یہ کام دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی یہ کمال صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔

انسانی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے تو اس کے جسم کی نشوونما بھی مٹی ہی سے ہورہی ہے اور انسان کی روح آسمان سے آئی ہے تو اس کی غذا کا بندوبست بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کیا ہے۔ قرآن روح کی غذا ہے۔ یہ جب انسان کے دل میں مسکن بنالیتی ہے تو پھر انسان کے اندر سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ جب کیفیت یہ ہوجاتی ہے تو پھر انسان اپنے ضمیر کو جھنجھوڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے پھر اپنے دل سے آپ خطاب کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ میں کہاں ہوں؟ میرا آغاز کیا ہے؟ میرا انجام کیا ہے میں دنیا میں کیوں آیا ہوں؟ یہ دنیا کیا ہے؟ اس کا بنانے والا کون ہے اس سے میرا تعلق کیا ہے؟ اس مختصر سی زندگی میں میں نے کیا حاصل کرنا ہے اور کیوں حاصل کرنا ہے؟ میری حقیقی منزل کیا ہے؟ میں اپنی حقیقی منزل پر کامیابی کے ساتھ کیسے پہنچوں گا؟ میرے کردار پر داغ کہاں کہاں ہیں اور یہ داغ دھبے کیوں ہیں اور ان کو صاف کرنے اور اصلاح کرنے کی کیا صورت ہے اپنی زندگی کی تعمیر کن بنیادوں پر کروں اپنی شخصیت کی تکمیل کے لئے کس طرح زندگی گزاروں اور ایک کامیاب انسان بنانے کے لئے میں کیا رویہ اختیار کروں جب یہ سوچ دل میں آجاتی ہے تو پھر قرآن پاک صرف رہنمائی اور تعلیم کا فریضہ ہی انجام نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی تعلیم اور رہنمائی پر کاربند ہونے کی داخلی قوت بھی فراہم کرتا ہے اپنی حقیقتوں کو جذب کرنے کی توانائی بھی بخشتا ہے اپنی تعلیمات پر جینے ان تعلیمات کے مطابق زندگی بنانے کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ عزم وحوصلہ بھی دیتا ہے اور برابر آگے بڑھتے رہنے کے لئے مسلسل آمادہ بھی کرتا رہتا ہے۔

قرآن منزل بھی دکھاتا ہے اور منزل تک پہنچنے کے لئے رہنمائی بھی کرتا ہے اپنی رہبری میں منزل تک پہنچاتا بھی ہے اور منزل تک پہنچانے کے لئے داخلی قوت اور توانائی بھی بخشتا ہے۔ یہ خوبی صرف اور صرف قرآن میں ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

جب اس قرآن کا نور دل میں اترتا ہے تو دل کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیتا ہے۔ دل کی آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں دل میں ایسا انقلاب آجاتا ہے جس سے اندر کی انسانیت بدل جاتی ہے۔ اور دھیرے دھیرے اس کتاب کی عظمت وہیبت کا دل پر ایسا سکہ جمتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل لرزنے لگتا ہے۔ آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے انسان خود کو کسی دوسری دنیا میں محسوس کرتا ہے اور جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم وہدایت کا ذوق بخشا ہے تو اس کا دل پکارے گا کہ مطالعہ کے لائق اگر روئے زمین پر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہے کس قدر عبرت ناک ہے اس شخص کی نادانی جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور اور علم وفن کا ذوق بخشا ہو اور پھر اس کا محبوب وپسندیدہ مشغلہ تلاوت قرآن تدبر قرآن کے سوا کچھ اور ہو۔

دنیا کی یہ زندگی چند روزہ ہے جو صرف ایک بار ملتی ہے۔ چھن جانے کے بعد پھر کبھی نہیں ملے گی۔ جو شخص اس مختصر وقفہ کو سچے موتی حاصل کرنے کی بجائے بے وقعت سنگریزوں کے بٹورنے اور ان سے کھیلنے میں ضائع کرتا ہے۔ اس کی نادانی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اگر اب تک آپ نے عجیب وغریب انقلابی کتاب نہیں پڑھی تو اس پر خون کے آنسو بہانے سے بھی افسوس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ دیر نہ کریں۔ اگلے لمحے کی کچھ خبر نہیں ہے۔ طے کرلیں کہ یہ کتاب آپ کو پڑھنا ہے پڑھنے کی طرح پڑھنا ہے اور سمجھ کر پڑھنا ہے اور اس کے پڑھنے کا حق ادا کرنا ہے۔

اگر اس کا حق ادا نہیں کیا تو آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ ہدایت کی راہ پر نہیں ہیں بلکہ ہدایت سے برابر دور ہورہے ہیں آپ کے دل کی آنکھیں برابر بے نور ہورہی ہیں اور آپ ایک عظیم دولت کو ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے بڑے دیوانے بن گئے ہیں۔ کتنی عبرت ناک ہے اس بدنصیب کی موت جو چشمہ شیریں کے کنارے پر ہو کر بھی پیاس کی شدت میں تڑپ تڑپ کر جان دے دے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت مہربان اور شفیق ہے اس نے اپنی سب سے بڑی نعمت جس کا بوجھ کائنات کی کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی برداشت نہیں کرسکی آپ کو عطا کردی۔ اپنی عظمت کا احساس کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ آپ کو قرآن دے کر

رحمت' ہدایت' شفقت' فلاح' کامرانی فوز وفلاح سب کچھ حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ اب یہ آپ کے ظرفِ طلب اور کوشش کی بات ہے کہ آپ اس سے کیا حاصل کرتے ہیں اور کیا حاصل نہیں کرتے۔ قرآن پاک سے جن لوگوں نے واقعی اپنی زندگی کو سنوارا ہے اور قرآن کی تلاوت اس کی محبت کا حق ادا کیا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ان کے دلکش کردار کی ایمان افروز جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔

قرآن کے یہ حصے بار بار پڑھنے اور ان سے روح کو گرمانے کی ضرورت ہے اور جب آپ اس کردار کا کوئی برتاؤ اپنی زندگی میں پائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنی کوششوں اور کاوشوں کو اور تیز کر دیں' خود بھی سمجھیں اور لوگوں کو بھی سمجھانے کا ذریعہ بنیں۔

خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے اس قرآن کو سینے سے لگایا تھا جس کی برکتوں سے انہوں نے ایک مختصر سی مدت میں دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور بڑے بڑے مشرک سرداروں کو خانہ کعبہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو اس دنیا میں بھی کامیاب رہے اور اگلے جہان کی کامیابی کی خوشخبری اس دنیا میں دے دی گئی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے''۔

آپ نے دیکھا قرآن سے دوری نے ہمارا کیا حال کیا ہے جس نام پر پاکستان حاصل کیا پچپن سال ہو گئے ہیں مزید آگے بڑھنا تو کیا اپنا ایک حصہ بھی گنوا دیا۔ آگے جو حال ہونا ہے اللہ ہی جانے کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔ جب کافروں کا نقصان ہوتا ہے تو کافر تو کیا ہمارے حکمران کہتے ہیں یہ دہشت گردی ہے اور جو کچھ کشمیر' عراق' فلسطین اور باقی اسلامی ملکوں میں ہو رہا ہے وہ دہشت گردی نظر نہیں آتی ان کی طرف آنکھیں بند ہیں۔ پتا نہیں کب ہمارے اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کی آنکھیں کھلیں گی کب ہوش آئے گا جس وقت ایک ایک کر کے سب پر قابض ہو جائیں گے۔ یہ اچھی طرح جان لیں کہ جب تک قرآن پاک کو ہم سینے سے نہیں لگائیں گے اسی طرح حال بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگیں گے اس کا شکر ادا نہیں کریں گے اسی طرح خوار رہیں گے۔ فرمانِ قرآن ہے۔ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ستیاناس ہو انسان کا کتنا ناشکرا ہے۔ سب مل کر گڑگڑا کر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن سمجھنے کے لئے ہمارے دلوں کے رخ اس طرف پھیر دے۔ آمین!

✿ ✿ ✿ ✿

<u>عبدالمالک ملتانی</u>

نالۂ دل

اب دلِ مضطر کو اذن و تابِ گویائی ملے
نالہ ہائے نیم شب کو کچھ پذیرائی ملے

ڈال کر سجدے میں سر تڑپتا ہے یہ اُمت کی پیش
عرض احوالِ حقیقی ہے' نہ کچھ کم اور نہ بیش

اب کسی جانب نظر آتی نہیں جائے اماں
مالکِ کون و مکاں! بتلا کہ ہم جائیں کہاں؟

اے خدائے ذوالجلال اے ربِّ رحمان و رحیم!
احمدِ ﷺ مرسل کی اُمت ہو گئی غم سے دو نیم

جانے یہ اندوہ و غم کب تک ہمیں گھیرے رہیں
صبح جانے کب ہو اور کب تک یہ اندھیرے رہیں

بے سہاروں کو نہ جانے کب سہارا مل سکے
جانے کب کشتی کو طوفاں میں کنارا مل سکے

کربِ بے پایاں کا اب کچھ تو مداوا چاہیے
ملتِ بیمار کو کوئی مسیحا چاہیے

کب تلک کھاتے رہیں گے دربدر کی ٹھوکریں
کس کے گھر جائیں ترے بندے؟ کریں تو کیا کریں؟

راندۂ درگاہ کب تک؟ کب تلک زیرِ عتاب؟
یہ بتا دے دور ہو گا ہم سے کب آخر عذاب؟

اَور تیرے نام لیوا کس قدر ہوں گے ذلیل؟
جوش میں کب آئے گی رحمت تری ربِّ جلیل

ہم جو جدّی اور پشتی ہیں سپوت اسلام کے
ہیں مسلماں جو محض پیدائشی اور نام کے

یوں تو دنیا میں ہے اب تعداد اپنی اک ارب
عالمِ سکرات میں بیٹھے ہیں لیکن سب کے سب

ان کی بد بختی کی شاید ہی ملے کوئی نظیر
ہے ترے کس کام کا آخر یہ انبوہِ کثیر

یا تو ہم کو آج پھر وہ دولتِ ایمان دے
علم دے وہ' آگہی دے' اور وہ عرفان دے

جس سے ملّت کفر کی یورش کو بڑھ کر روک دے
پست جو اعدا کے کر دے روز افزوں حوصلے

جس کے بل پر چل سکیں ہم بھی اٹھا کر اپنا سر
جی سکیں پھر کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

ہم کو بھی تیری زمیں پر زندگی کا حق ملے
عافیت کا کوئی گوشہ' آسماں کی چھت تلے

جاں بہ لب کو کوئی تو آئے پیامِ جاں فزا
کوئی تو صحرا میں ہو اس قافلے کا رہنما

چل پڑیں ہم راہِ حق میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر
دین کی حرمت کی خاطر ہم کٹا دیں اپنا سر

کاش مسلم پھر سے صیقل کر سکے ایمان کو
رب کی خاطر پیش کر پائے یہ جسم و جان کو

ہو سکے قربان ناموسِ محمد ﷺ پر اگر
کوئی شاتم پھر اٹھانے پائے گا ہرگز نہ سر

ہو سکے تو ہم سے اب بھی دین کا کچھ کام لے
ساقیا! گرنے سے پہلے ہم کو پھر سے تھام لے

پھر یدِ بیضا کسی صاحب نظر کو ہو عطا
سحرِ نو کے توڑ کی خاطر ملے کوئی عصا

یہ اگر ممکن نہیں تو موت ہی عزت کی دے
حشر میں کس منہ سے جائیں گے نبی ﷺ کے سامنے

پھر تمنائے شہادت قلبِ مسلم میں بسے
مرد و زن' پیر و جواں' سب کو سعادت یہ ملے

اور اگر ازکار رفتہ ہیں' تو پھر یوں ہی سہی
کارخانے میں ترے لیکن نہیں کوئی کمی

ملّتِ اِسلام کو تو اور اب رُسوا نہ کر
اِبتلا اب اَور اُمت کے لیے پیدا نہ کر

صرف اتنی التجا ہے اب کہ اے ربِّ کریم!
کفر کے آگے نہ ہو اسلام کی حالت سقیم

اَور کوئی قوم اٹھا جو دین پر تیرے چلے
ہم نہ ہوں' پرچم مگر تیرا تو لہراتا رہے

ہم سے بہتر ہو مسلماں' خیرِ اُمت ہو سکے
داغِ رسوائی کو جو اپنے عمل سے دھو سکے

جو ترے پیغام کو دنیا میں پھر پھیلا سکے
جس کے ہاتھوں دین تیرا سر بلندی پا سکے

بتکدے سے کعبے کو ملتے رہے ہیں پاسباں
منتظر شاید ہے پھر اس معجزے کا آسماں

ہم نہ رکھ پائے اگر کچھ لاج تیرے نام کی
اُن کو لا جو کر سکیں خدمت کوئی اسلام کی

کھو دیا ہے تیری نظروں میں اگر ہم نے مقام
اَور ہے قائم مکافاتِ عمل پر یہ نظام

ہے افادیّت ہی گر پیمانۂ ردّو قبول
کار فرما ہیں اگر دنیا میں یہ اَنمٹ اصول

ہے شجر محفوظ جب تک لا رہا ہے برگ و بار
بے ثمر ہو جائے تو کرتے ہیں ٹکڑے بے شمار

جسم جب بے روح ہو جائے تو کرتے ہیں دفن
کر دیا جاتا ہے رخصت دے کے اک سادہ کفن

جو ہو ناکارہ وہ شئے خود کر دی جاتی ہے تلف
پھیر لیتے ہیں نظر اُن سے جو نکلیں ناخلف

جو نہ کر پائیں مکمّل اپنا کارِ منصبی
کرتے ہیں معزول ایسے اہلکاروں کو سبھی

ریگِ بے مصرف سے کر لیتے ہیں سب صرفِ نظر
سنگریزے رَوندتا ہے کاروانِ رہ گزر

عدل اور انصاف پر مبنی ہے تیرا ہر عمل
بے صلاحیت کا ہی لاتا ہے تو نعم البدل

بیج کھیتی میں نیا اُس وقت تک بوتے نہیں
صاف پہلے کر نہ لیں خاشاک سے جب تک زمیں

''گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند
می ندانی اوّل آں بنیاد را ویراں کنند؟''

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

جمال الدین افغانی ایران میں

سید قاسم محمود

ایران میں عملی زندگی

ایران میں شیخ کی عملی زندگی کا اہم ترین زمانہ 1889ء سے شروع ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ کے مہمان ہوکر گئے تھے' لیکن ان کے افکار و عزائم شاہ کے اثرات سے بہت دور تھے وہی ایک جذبہ جوان کو مصر اور روس لے گیا تھا یا نجد و خلیج فارس کی طرف لے گیا' وہی جذبہ ان کو ایران میں کھینچ کر لایا تھا اور کچھ ہی عرصہ بعد اس جذبے کے مظاہرے شروع ہوگئے۔

شیخ کا بہت بڑا کارنامہ جو مصر و ایران میں ان کی زندگی کا نشان ہے' یہ تھا کہ جو جماعت یعنی جماعت علماء' شہنشاہیت کی پرستار اور مددگار تھی' اسی سے انہوں نے شہنشاہیت اور مطلقیت کے فنا کرنے کا کام کیا۔ تاریخ اسلامی کے اس دور میں قدامت پسند علماء کا گروہ حقوق انسانیت کا حامی نہ تھا بلکہ مخالف تھا' تاہم شیخ ہی کا وہ جادو تھا جس نے اس استبدادیت پسند جماعت کے قلوب کو بدل دیا اور حقوق ملت کے چوروں ہی کو "آدمیت" اور انسانیت کا محافظ و پاسباں بنادیا۔ شیخ کی سیاسی زندگی کا یہ سب سے بڑا معجزہ تھا۔

ناصر الدین شاہ کی زندگی کے آخری چند سال ایران کے قومی مصائب اور ایرانی شہنشاہیت کے عذاب کے بدترین چند سال تھے۔ شاہ کو یورپ کی دلچسپیوں اور عیاشیوں نے اپنا گرویدہ کرلیا تھا اور اس کی دولت یورپ کے بازاروں اور قہوہ خانوں میں پانی کی طرح بہائی جاتی تھی۔ ناصر الدین شاہ کا تیسرا اور آخری سفر یورپ وہ تھا جب وہ یورپ سے اپنی شہنشاہیت کے سخت ترین دشمن کو مہمان بنا کر ساتھ لایا تھا' جس طرح فرعون کے محل میں موسیٰ لائے گئے تھے۔ ناصر الدین نہ صرف اپنا خزانہ خالی کر چکا تھا بلکہ اس کی رعایا کی جیبیں بھی خالی ہوچکی تھیں۔ اب مصر کی طرح یہاں بھی یورپ کے ساہوکار قبضہ جمارہے تھے۔ مشرق کے تاجداروں کے تاجوں کو گرو رکھنے کے لیے یورپ کا بنیا ہمیشہ تیار رہتا ہے' اس لیے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ تاج کے ساتھ تخت بھی اس کے گھر آئے گا۔ ناصر الدین کی تنگدستی نے اس کو قرضے لینے اور یورپین سرمایہ داروں کو اپنے ملک میں ہر قسم کی مراعات دینے پر مجبور کردیا تھا۔ چنانچہ 1889ء میں برطانوی سرمایہ داروں کو طہران میں شاہی بینک قائم کرنے کا ٹھیکہ دے دیا گیا اور اسی کے چند روز بعد تمباکو کے اجارہ کا قصہ پیش آیا جس نے بالآخر انقلاب کے دروازے کھول دیے۔ 20 اکتوبر 1889ء کو شاہ سفرِ یورپ سے واپس آئے۔ شیخ ان کے ہمراہ تھے۔ چند ہی روز بعد اہواز سے طہران تک سڑک بنانے کا ٹھیکہ ایک برطانوی کمپنی کو دے دیا گیا۔ 8 مارچ 1890ء کو ایک انگریز کو تمام ایران کے تمباکو کی کاشت کا اجارہ دار بنایا گیا۔

تقریباً دس کروڑ کے سرمایہ سے اس کمپنی نے اپنا کام شروع کیا۔ اس اجارہ کے خلاف سب سے پہلے شہزادہ ملکم خاں نے جو لندن میں ایرانی سفیر تھے' احتجاج کیا اور اسی بناء پر شاہ نے ان کو سفارت کے عہدہ سے برطرف کردیا۔ ملکم خاں کی زبردست شخصیت نے اس موقع پر اپنے تمام ذاتی اثرات کو حکومت کے خلاف نکتہ چینی میں صرف کردیا۔ وہ اپنے عہدہ سے برطرف ہوکر لندن ہی میں مقیم رہے۔ انہوں نے اخبار "قانون" جاری کیا۔ اس اخبار نے ایرانی شہنشاہیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ شیخ کے مضامین بھی "قانون" میں شائع ہونے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں راز ظاہر ہوگیا کہ شیخ ملکم خاں کی اس تحریک سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح شیخ کی زبردست آواز خط کے لفافہ میں طہران سے لندن جاتی تھی اور لندن سے "قانون" کے پردے میں طہران واپس آ کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل جاتی تھی۔ شاہ ان کے اصلی رنگ سے واقف ہو چکا تھا اور وہ بھی کھل کر میدان میں آ گئے تھے۔ جاں فروشوں کی ایک جماعت ان کے حلقہ میں داخل ہوچکی تھی۔ شیخ علی قزوینی جو بعد کو قاضی عدلیہ ہوئے' مرزا آقا خاں جنہوں نے بعد میں قسطنطنیہ سے اخبار "اختر" جاری کیا اور پھر تبریز میں خفیہ طور پر قتل کردیئے گئے' شیخ احمد کرمانی' مرزا رضا کرمانی جس نے ناصر الدین شاہ کو قتل کیا اور طہران میں پھانسی پائی' مرزا محمد علی خاں اور ایسے ہی بہت سے نام شیخ کے عقیدت مندوں کی فہرست میں تھے۔ ان میں سے بہت سے وہ نام تھے جو آج بھی تاریخ انقلاب کے صفحات میں آب زر سے لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن جیسا کہ اس جنگ آزادی میں ہمیشہ پیش آتا ہے' حکومت کے بلند مقام اراکین شیخ کے بڑھتے ہوئے اثرات کو گوارا نہ کر سکے اور وزیر اعظم امین السلطنۃ نے بہت جلد شاہ کو شیخ کی مخالفت پر آمادہ کردیا۔ اس عرصہ میں بہت سی خفیہ انجمنیں ملک میں قائم ہوچکی تھیں اور شاہ اپنے کو سخت خطرہ میں پاتا تھا۔ شیخ بھی اب امین السلطنۃ اور شاہ کے منصوبوں سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے شاہ سے اجازت چاہی کہ طہران کے باہر شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ میں اقامت اختیار کریں اور شاہ نے بھی اس خیال سے کہ یہ فتنہ خاص دارالسلطنت سے دور ہو جائے' ان کو وہاں جانے کی اجازت دے دی' لیکن جب وہ شاہ عبدالعظیم میں جا کر بیٹھے تو وہاں بھی مشاہیر علماء اور عوام ہزاروں کی تعداد میں حاضر ہونے لگے اور شیخ کی تبلیغ و تلقین کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے اور اس آٹھ مہینہ میں داعی حریت کی آواز ایران کے ہر گوشہ میں سرایت کرگئی اور وہ ملت ایران کے ایک مصلح اعظم سمجھے جانے لگے۔ اسی زمانہ میں شیخ نے ایک مکتوب کو بھیجا اور دریافت کیا کہ وہ کیوں ان سے بدگمان ہیں' لیکن اس مکتوب کے جواب میں شاہ نے شاہ عبدالعظیم میں شیخ کو ان کے بستر علالت پر گرفتار کرا لیا اور وہیں سے پچاس سواروں کی نگرانی میں عثمانی سلطنت کی سرحد پر بھیج دیا۔ شیخ کے خارج البلد کیے جانے کی خبر نے تمام ملک میں آگ لگا دی اور شاہ کو اپنی موت نظر آنے لگی۔ بلاشبہ شیخ کا ایران سے جانا شاہ کی موت کا آنا تھا۔

شیخ نے ایران سے نکلتے ہی مجتہدین عراق و کربلا اور علمائے ایران کی دبی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا اور جو زمین وہ تیار کر چکے تھے' اس پر اپنا کام شروع کردیا۔ جو خطوط شیخ نے علماء و مجتہدین کو لکھے' ان میں سے ایک کا کچھ حصہ ان اوراق میں اس لیے پیش کرتا ہوں کہ شیخ کے ان جذبات سے آپ روشناس ہو جائیں جو ایران کے متعلق ان کے قلب کو بے چین کررہے تھے۔ سامرہ کے مجتہد اعظم حاجی مرزا حسن شیرازی کو لکھتے ہیں:

"میں حق کہتا ہوں۔ یہ خط شریعت اسلامی کی خاطر لکھتا ہوں۔ جہاں کہیں وہ شریعت جاری ہو اور قائم ہو۔ یہ ایک اپیل ہے جو میں تمام حق پسند روحوں سے کرتا ہوں جو شریعت پر ایمان رکھتی ہیں اور اس کے نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہیں یعنی میں اپیل کرتا ہوں علماء اسلام سے اور یہ اپیل میں تمام علماء سے کرتا ہوں حالانکہ میرے مخاطب ان میں سے ایک ہی ہیں......

"خدا نے آپ کو اس اعلیٰ نیابت پر فائز کیا ہے تا کہ آپ حقیقت عظیمہ کے نمائندہ ہوں اور خدا نے ملت بیضا سے آپ کو منتخب کیا ہے کہ آپ انسانوں کی باگ ہاتھ میں لے کر شریعت اسلامی کی حفاظت و نگرانی کریں۔

اہل ایران اب ظلم وستم کے اندر اپنے بیت الدین کو دیکھ کر بے تاب ہو گئے ہیں جو اغیار و کفار کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا ہے اور جس پر ان اغیار و کفار کا قبضہ قائم ہو گیا ہے۔ مگر کسی لیڈر کے نہ ہونے کی وجہ سے اہل ایران پریشان ہیں، منقسم ہیں اور معطل ہیں۔ وہ حیران ہوتے ہیں، ان کا ایمان متزلزل ہوتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان مجتہدین کی طرف سے کوئی آواز بلند نہیں ہوتی جن کو وہ اپنا رہنما اور اسلامی مفاد کے معاملات میں اپنا لیڈر سمجھتے ہیں اور سمجھنے کا حق رکھتے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کہ تیرا ایک لفظ ان کو متحد کر دے گا اور تیری ہی حجت فیصلہ کن ہوگی۔ تیرا ہی حکم با اثر ہوگا اور کسی کو مجال نہ ہوگی کہ تیرے حکم پر حرف زنی کر سکے اور اگر تو چاہے تو متفرق عناصر کو اپنے ایک لفظ سے متحد کرا دے گا اور اس طرح خدا کے دشمنوں کے دل میں خوف خدا پیدا کر دے گا اور کفار کے ظلم سے اہل ایران کو بچا لے گا۔ تیرا ہی ایک لفظ اس مصیبت و ابتلا کا خاتمہ کر دے گا، جس میں اہل ایران گھرے ہوئے ہیں اور ان کی زندگی کو سختیوں سے نجات دے کر راحت و آرام عطا کرے گا۔ پس دین کی حفاظت ہو جائے گی اور اس دین کے حلقہ بگوش اس کو سنبھال لیں گے اور اسلام کا مرتبہ بلند ہو جائے گا...... اے امام اعظم! بلاشبہ بادشاہ کی قوت ارادی کمزور ہے۔ اس کی سیرت خراب ہے اور اس کا دل گندہ ہے۔ وہ ملک پر حکومت کرنے اور اہل ملک کے معاملات کو سدھارنے کے قابل نہیں ہے اور اس نے حکومت کی باگیں ایک بے دین، ظالم اور غاصب کے سپرد کر دی ہیں جو رسولؐ پر علانیہ استہزاء کرتا ہے اور شریعت حقہ کی پروا نہیں کرتا، جو امرائے شریعت کو خیال میں نہیں لاتا اور علماء پر لعنت بھیجتا ہے۔ اہل زہد و تقویٰ کو ذلیل کرتا ہے اور سادات کی تحقیر کرتا ہے۔ علاوہ ازیں کفار کے ملک سے واپس آنے کے بعد وہ بالکل قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ علانیہ شراب پیتا ہے اور کفار کی صحبتوں میں وقت گزارتا ہے۔ یہ ہے اس کا چلن، مگر اس کے علاوہ اس نے ایرانی زمین کا بڑا حصہ مع اس کے منافع کے کفار کے ہاتھ فروخت کر ڈالا (اشارہ ہے معدنیات کی طرف) یہی نہیں بلکہ سڑکیں، کارواں سرائے، باغات، کھیتی سب ہی کچھ اس نے وقف کر ڈالے...... تمباکو کی تمام زراعت مع زمین و عمارات کے، انگور کی فصل مع متعلقات اس نے کفار کی نذر کر دیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بینک۔ آپ کیونکر سمجھیں گے کہ بینک کیا ہے؟ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ دشمنانِ اسلام کو گویا ساری سلطنت دے ڈالی...... اب جو کچھ رہ گیا ہے اس نے روس کے سامنے پیش کر دیا تاکہ روس خاموش رہے یعنی مندب، رشت، دریائے طبرستان، سڑک انزل و خراسان مع تمام مکانات و سرائیں اور متعلقہ اراضیات مزروعہ کے، مگر روس نے ناک بھوں چڑھائی اس لیے کہ وہ تو کل خراسان، آذربائیجان چھوڑ گئے اور ماژندران کی فکر میں ہے، سے اس ملک کو اس گنہگار کے ہاتھ سے نجات نہ دلوائے گا؟ بلاشبہ بہت جلد یہ اسلامی مملکت اغیار کے زیر اقتدار ہوگی جو وہاں جس طرح چاہیں گے حکومت کریں گے۔ اگر تو نے یہ موقع جانے دیا اور اے امام! اگر یہ واقعہ تیری زندگی میں پیش آ گیا تو لاریب تو اپنا نام تاریخ کے صفحات پر روشن نہ چھوڑ جائے گا!"

اس کے بعد شیخ نے ان مظالم کا ذکر کیا ہے جو ان کے رفیقوں پر اور خود اُن پر کیے گئے۔ انہوں نے اپنے ایران سے نکالے جانے کی داستان ذرا تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ:

"اب میری داستان اور جو کچھ اس ناشکر گزار ظالم نے میرے ساتھ کیا، وہ بھی سن لیجیے۔ اس مردود نے طہران کی برف سے ڈھکی ہوئی سڑکوں پر ذلت کے ساتھ میرے گھسیٹے جانے کا حکم دیا جبکہ میں خانقاہ عبدالعظیم میں پناہ گزیں تھا اور بہت بیمار تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے

> اور ماژندران کی فکر میں ہے..... یہ ہے پہلا نتیجہ اس پاگل کے طرزِ عمل کا..... اور تُو، اے حجۃ الاسلام! کیا تُو اِس قوم کی مدد کے لیے نہ اُٹھے گا اور اُن کو متحد نہ کر دے گا اور شریعتِ مطہرہ کی قوت نہ بنے گا۔

ذلیل خادموں نے مجھے باوجود میری علالت کے ایک بار بردار ٹٹو پر سوار کرایا اور زنجیروں سے باندھ دیا اور یہ سب اس وقت کیا گیا جب جاڑوں کا موسم تھا۔ برف کے طوفان آ رہے تھے اور بہت سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس طرح مجھے سواروں کی نگرانی میں خانقین پہنچایا گیا جہاں پہلے ہی ترک والی سے طے کر لیا گیا تھا کہ مجھے بصرہ بھیج دیا جائے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر مجھے آزاد چھوڑ دیا گیا تو میں سیدھا تیرے پاس آؤں گا۔ اے امام! اور تجھے اس کے مظالم سناؤں گا اور مملکت ایران کے حالات بتاؤں گا اور تجھ سے اے حجۃ الاسلام! مدد چاہوں گا"۔

شیخ کا یہ زبردست اپیل ایک بجلی کی طرح ایرانی مجتہدین کی جماعت میں سرایت کر گیا اور ایران میں تمباکو کے اجارہ کے خلاف وہ شدید اور خوفناک آگ بھڑکی جس نے ناصر الدین شاہ کا جامہ ہستی جلا ڈالا۔ اپنے جلاوطن ہونے سے پہلے شیخ نے ایران کی سرزمین پر شہنشاہیت کے خلاف اس قدر بارود پھیلا دی تھی کہ ان کی جلاوطنی کے چند ہی روز بعد "انقلاب" کی آواز ایران کے کوچہ و بازار میں گونجنے لگی۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بظاہر اسباب شیخ کی تعلیمات خودمختار بادشاہوں کی جان کی دشمن معلوم ہوتی تھیں اور یہ شبہ کچھ بے جا نہیں کہ شیخ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے شدید ترین آلاتِ حرب استعمال کرنے کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ ان کے اس سیاسی مذہب سے کتنا ہی اختلاف کیا جائے، لیکن ان کی بے مثال قربانیوں اور ان کے اعلیٰ منتہائے خیال کے متعلق دنیا کا کوئی وطن پرست ایک حرف نہیں کہہ سکتا۔ جیسا کہ مصر کے حالات میں ظاہر کیا جا چکا ہے۔ ان کی سیاست کا وہی رنگ ایران میں بھی تھا۔ علماء کے طبقہ میں آگ لگا کر انہوں نے گویا ناصر الدین شاہ کی شہنشاہیت کو آگ لگا دی اگو وہ خود اس ملک سے نکال دیئے گئے، لیکن اپنے بعد وہاں بہت سے سرفروش چھوڑ گئے جن میں سے ایک نے بالآخر ناصر الدین سے اس کے مظالم کا خوفناک بدلہ لے لیا۔ مرزا رضا کرمانی نے اپنی گرفتاری کے بعد اور پھانسی پانے سے پہلے جو بیان عدالت میں دیا، اس کی ایک معتبر نقل ہم کو براؤن کے ذریعہ سے ملی ہے۔ مرزا رضا خاں کے الفاظ اس کے جذبات اور ان جذبات سے شیخ کے تعلق کی ایک دلچسپ تصویر ہیں:

"سید جمال الدین اولادِ رسولؐ نے کیا قصور کیا تھا کہ اس کو شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ سے اس طرح ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر نکالا گیا کہ ان کے جسم کے کپڑے تک پارہ پارہ ہو گئے۔ عقائد و خیالات سے اس ملک میں متفق ہیں، ان کی تعداد بہت ہے اور وہ ہر طبقہ کے لوگ ہیں۔ معلوم ہے کہ جب سید جمال الدین اس شہر میں آئے تھے تو طہران اور شاہ عبدالعظیم میں ہزارہا آدمی ان کے خطبات اور مواعظ سنتے تھے اور چونکہ وہ جو کچھ کہتے تھے، وہ خدا کے لیے تھا اور مفاد عامہ کی خاطر، ہر شخص کو ان کے خطبات سے فائدہ ہوتا تھا اور ان کے مواعظ کا ہر شخص گرویدہ تھا۔ اسی طرح انہوں نے بلند خیالات کا بیج لوگوں کے دلوں میں بویا اور انسان جاگے اور ہوش میں آ گئے۔ اب تو ہر شخص وہی خیالات رکھتا ہے جو میرے ہیں، لیکن میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس نے سید جمال الدین اور تمام انسانوں کو پیدا کیا کہ سوائے میرے اور سید جمال الدین کے شاہ کے قتل کے ارادے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ سید تو اب قسطنطنیہ میں ہیں، جو تمہارا جی چاہے کرو"۔

ناصر الدین شاہ کو یکم مئی 1896ء کو قتل کیا گیا، یعنی شیخ کے ایران سے نکالے جانے کے چھ سال بعد، لیکن ایران کا یہ سارا دور وہ تھا جب شیخ کا ڈالا ہوا تخم بارآور ہو رہا تھا اور شیخ قسطنطنیہ میں بیٹھے ہوئے اپنی کوششوں کے نتائج دیکھ رہے تھے۔ مرزا رضا خاں کا بیان یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاہ کے قتل میں شیخ کا اشارہ موجود ہے۔ (جاری ہے)

سات سوالوں کے سات جوابات

جاوید چودھری

دنیا میں یہودی دکاندار اور بنئے منافع خوری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں' ان لوگوں کے نفع اور نقصان کے اپنے ہی پیمانے ہیں' یہ لوگ منافع میں کمی کو نقصان تصور کرتے ہیں مثلاً ایک بنیا گلی میں بیٹھ کر رو رہا تھا' کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ روتے ہوئے بولا ''مجھے دو لاکھ روپے نقصان ہو گیا'' پوچھنے والے نے نقصان کی تفصیل دریافت کی' وہ آنکھیں پونچھ کر بولا ''مجھے پچھلے ہفتے مرچوں میں دس لاکھ روپے منافع ہوا تھا لیکن اس بار صرف آٹھ لاکھ روپے بچے ہیں''۔

مجھے نفع نقصان کا یہ پیمانہ قومی اسمبلی میں جناب عمر ایوب کی تقریر سن کر یاد آ گیا' خزانہ کے وزیر مملکت نے کو قومی اسمبلی میں پٹرول کی قیمتوں کے حوالے سے اپوزیشن سے سات سوال پوچھے' ان کا فرمانا تھا ''ان سوالوں کا دیانتدارانہ جواب ساری قوم کو صحیح فیصلے تک پہنچنے میں مدد دے گا'' ان سات سوالات کو آج سات دن ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک اپوزیشن کی طرف سے ان کے جواب نہیں آئے لہٰذا قوم ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود صحیح فیصلے تک نہیں پہنچ سکی چنانچہ میں نے اس سلسلے میں برادرم عمر ایوب کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے قوم کو صحیح فیصلے تک پہنچانا میری بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی ذمہ داری اپوزیشن ارکان کے نازک کندھوں پر استوار ہوتی ہے۔ برادرم عمر ایوب کا پہلا سوال تھا'' کیا پاکستان 80 فیصد تیل عالمی منڈی سے نہیں خریدتا'' عمر ایوب کا سوال درست ہے واقعی پاکستان اپنی ضرورت کا 80 فیصد تیل درآمد کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سچ ہے پاکستان دنیا میں تیل درآمد کرنے والا واحد ملک نہیں' دنیا کے 180 ممالک میں 91 ممالک سو فیصد پٹرول درآمد کرتے ہیں' 32 ممالک 70 سے 90 فیصد' 11 ممالک 50 فیصد اور 27 ممالک اپنی ضرورت کا 30 سے 50 فیصد تیل درآمد کرتے ہیں' دنیا میں چھ ممالک تیل کے معاملے میں خود کفیل ہیں جبکہ تیرہ ممالک تیل برآمد کرتے ہیں' پوری دنیا عالمی منڈی سے روزانہ 84.3 ملین بیرل تیل خریدتی ہے اور پاکستان بھی تیل خریدنے والے ان 161 ممالک میں سے ایک ملک ہے۔ ان کا دوسرا سوال تھا ''کیا حکومت نے 2004ء میں پٹرول کی قیمتیں برقرار رکھنے کے لیے 39 ارب روپے خرچ نہیں کیے'' عمر ایوب کے سوال کا جواب ہے ''نہیں'' حقیقت یہ ہے حکومت پٹرول پر 45 لے کر 55 فیصد تک ٹیکس وصول کرتی ہے' اس وقت بھی حکومت عالمی منڈی سے 432 ڈالر میٹرک ٹن خام تیل خرید رہی ہے' اس خام تیل سے پٹرولیم کی دس مصنوعات حاصل کی جاتی ہیں' سب سے پہلے فضائیہ کے طیاروں کے لیے جیٹ آئل نکالا جاتا ہے' اس کے بعد ہائی آکٹین' پھر پٹرول' ہائی سپیڈ ڈیزل' لائیٹ ڈیزل' فرنس آئل' بچومن' گریس' لوبریکنٹ آئل اور سڑکوں پر بچھانے والی تارکول' اس ایک میٹرک ٹن خام تیل سے ایک ہزار تین سے 62 لیٹر پٹرول نکلتا ہے' اگر ایک میٹرک ٹن خام تیل سے صرف پٹرول نکالا جائے اور باقی 9 اشیاء ضائع کر دی جائیں تو یہ پٹرول 18 روپے 39 پیسے لیٹر پڑتا ہے' یہ 18 روپے 39 پیسے لیٹر پٹرول بازار میں 45 روپے 60 پیسے لیٹر بیچا جا رہا ہے' آپ خود فیصلہ کریں حکومت اس پر کتنا ٹیکس لے رہی ہے جبکہ اس خام تیل سے حاصل ہونے والی دوسری مصنوعات اس منافع کے علاوہ ہیں۔ اب آتے ہیں ان 39 ارب روپے کی طرف' یہ درست ہے حکومت نے 2004ء میں اپنے ٹیکس میں کمی کی تھی جس کے نتیجے میں تیل کی مد میں حاصل ہونے والے ٹیکس میں 39 ارب روپے کم ہو گئے تھے' حکومت ان 39 ارب روپوں کو نقصان قرار دے رہی ہے۔ ان کا تیسرا سوال تھا' اگر حکومت عوام کو تیل کی مد میں 70 سے 80 ارب روپے سبسڈی دے تو کیا ملک مالی طور پر تباہ نہیں ہو جائے گا'' اس کا جواب بھی ہے ''نہیں'' کیونکہ پہلی بات یہ ہے یہ سبسڈی دراصل سبسڈی ہے ہی نہیں' آپ خزانے میں سے ایک پیسہ نہیں دیں گے' آپ تیل کے منافع میں سے 70 سے 80 ارب روپے کی قربانی دیں گے' دوسرا اگر مان لیا جائے یہ سبسڈی ہے تو بھی آپ یہ سبسڈی کسی دشمن کو نہیں دیں گے' آپ یہ اپنے عوام' اپنے ملک کے لوگوں کو دیں گے' ان لوگوں کو جو آپ کی رعایا ہیں اور آپ نے جن کے حقوق کی حفاظت کا حلف اٹھایا ہے۔ چوتھا سوال تھا'' کیا حکومت کے مخالفین پاکستان کو مالی طور پر تباہ نہیں کرنا چاہتے'' اس کا جواب بھی ''نہیں'' ہے' سوال یہ ہے تیل کے معاملے میں حکومت کی مخالفت کون لوگ کر رہے ہیں؟ یہ لوگ بھی ارکان اسمبلی ہیں' یہ بھی عوام کے نمائندے ہیں انہیں بھی پاکستان کے عوام نے اپنی بات ایوان اقتدار تک پہنچانے کے لیے اسمبلی بھیجا ہے لہٰذا یہ لوگ مخالفت کر کے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں' اپنی آئینی ذمہ داری نبھا رہے ہیں' پانچواں سوال تھا'' کیا شوکت عزیز حکومت تیل پر ٹیکس لگانے والی پہلی حکومت ہے؟'' عمر ایوب کا یہ سوال درست ہے واقعی تیل پر ٹیکس لگتا رہا تھا لیکن سوال یہ ہے اگر ماضی کی حکومتیں عوام پر ظلم کرتی رہی ہیں تو کیا یہ ظلم جاری رکھنا آنے والی حکومت پر فرض ہو چکا ہے کیا ماضی کی زیادتیاں حال اور مستقبل کی زیادتیوں کا جواز بن سکتی ہیں' اگر ماضی میں سوقتل ہوتے تھے تو کیا آج بھی سوقتل ہونے چاہئیں'' ان کا چھٹا سوال تھا'' اگر حکومت تیل پر ٹیکس نہیں لگائے گی تو کیا وہ یہ کمی دوسرے ٹیکسوں کے ذریعے پوری نہیں کرے گی'' عمر ایوب کا یہ سوال دراصل سوال نہیں' جواب ہے ہاں حکومت پٹرول پر ٹیکس ختم کر دے اور یہ کمی انکم ٹیکس جیسے دوسرے ڈائریکٹ ٹیکسوں سے پوری کرے' حکومت تمام بڑی گاڑیوں پر پٹرول ٹیکس لگا دے' ایک کینال سے بڑے پلاٹوں پر ٹیکس لگا دے اور دوسری گاڑی اور دوسرے گھر پر بھاری ٹیکس لگا دے تو یہ کمی بڑی آسانی سے پوری ہو جائے گی' ان کا ساتواں سوال تھا ''کیا بھارت میں پٹرول کی قیمتیں پاکستان سے زیادہ نہیں ہیں'' عمر ایوب کی بات درست ہے واقعی بھارت میں پٹرول کی قیمتیں زیادہ ہیں وہاں پٹرول پچاس روپے لیٹر بک رہا ہے لیکن اس وقت میکسیکو اور برازیل میں پٹرول کی قیمتیں بھارت سے بھی زیادہ ہیں' وہاں پٹرول پاکستانی کرنسی میں 92 روپے لیٹر ملتا ہے لہٰذا اگر دنیا کے کسی ملک میں کوئی چیز مہنگی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں آپ بھی اپنے ملک میں اس کی قیمت بڑھا دیں' دوسری بات بھارت میں پٹرول مہنگا ہے لیکن وہاں دودھ' آٹا' سبزیاں' گھی' چینی اور دالیں سستی ہیں' اگر آپ کا معیار بھارت ہے تو آپ نے اس کی پیروی میں یہ چیزیں سستی کیوں نہیں کیں؟ کیا یہ زیادتی نہیں؟ اگر یہ زیادتی نہیں تو صدر پرویز مشرف نے حکومت کو مہنگائی کم کرنے کا حکم کیوں دیا' وزیر اعظم نے اس سلسلے میں بارہ رکنی کمیٹی کیوں بنائی؟

یہ تو تھے برادر عمر ایوب کے سات سوال اور ان کے جواب' اب میں ان سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں '' حکومت 143 وفاقی وزراء' وزرائے مملکت' سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمینوں اور پالیمانی سیکرٹریوں کو پٹرول مفت فراہم کرتی ہے' ان میں سے 70 وزراء مہینے میں جتنا پٹرول چاہیں مفت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ باقی لوگوں کی حد مقرر ہے' سوال یہ ہے پٹرول کی قیمتوں میں اضافے کے بعد جب پوری قوم بحران کا شکار ہے تو ان 143 لوگوں میں سے وہ کون سا شخص ہے جس نے یہ اعلان کیا ہو' میں آج سے مفت پٹرول نہیں لوں گا' میں قوم کے مفاد میں اپنی یہ مراعات واپس کرتا ہوں''۔

قوم کو صحیح فیصلہ کرنے کے لیے اب عمر ایوب کے جواب کا انتظار رہے گا۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور)

آج کا فرعون
عالمی سودی نظام

اشرف وصی

کہنے کو تو دنیا میں اس وقت چھپن مسلم ممالک ہیں اور ان ملکوں کے عوام ان سے اسلامی روایات واقتدار کی پاسداری ترویج اور استحکام کی اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو ___ کیسا حسین فریب ہے جو کھائے ہوئے ہیں ہم۔ حقیقت یہ ہے کہ ظاہری طور پر یہ آزاد ممالک دور غلامی سے زیادہ بُری طرح غلامی میں جکڑے جا چکے ہیں۔ ایک طرف تو تمام نام نہاد مسلم ممالک حکومتیں خواہ جمہوری ہوں، ملوکیتی ہوں یا فوجی آمریت پر مشتمل اُس وقت تک ہی قائم رہ سکتی ہیں جب تک وہ عالمی ساہوکاروں اور ان کے طاغوتی نظام کے مطابق چلتی رہیں وگرنہ اُن کا حشر دوسرے حُکمرانوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ اِن سامراجی قوتوں نے معاشی نظام کے ذریعے تمام انسانیت کو جکڑا ہوا ہے۔ یہ نظام سادہ زبان میں سود، جوا، سٹہ لاٹری، سیکس اور شراب کباب کے ذریعے کمائی کا نظام ہے۔ کل کی ایسٹ انڈیا کمپنی اور آج کی ملٹی نیشنل کمپنیاں بنکوں کا وہ سودی نظام ہے جو امریکہ اور یورپ کو اشاروں پر نچا رہا ہے۔ بقول اقبال فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے۔ پرائیویٹائزیشن اور ڈبلیوٹی او کے ذریعے تمام ریاستوں کو اتنا کمزور کر دیا گیا ہے کہ کل اگر کوئی ان کے نظام سے باغی حکومت آ جائے تو اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے ایک طرف تو مرکز اتنا کمزور ہو کہ وہ کسی قسم کا انقلابی فیصلہ نہ کر پائے، دوسری طرف ڈویژن آف پاور کر کے اُن کے مقابلے میں ضلعی حکومتوں کو کھڑا کر دیا جائے اسی لئے وہ ضلعی حکومتوں کو بھی ڈائریکٹ عالمی ساہوکاروں، بنکوں کا مقروض بنا رہے ہیں اور یہ رقم غیر ترقیاتی کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔ ان قرضوں کے بے جا استعمال اور لوٹ کھسوٹ کے ذریعے ناظمین ضلع اپنی ذاتی تجوریاں بھریں اور عوام الناس پر ظالمانہ ٹیکس لاد کر اُن کا جینا دوبھر کر دیں تا کہ وہ آواز نہ اٹھا سکیں۔ حالت یہ ہے کہ اب دفاتر میں مسجدیں بھی انہی کے دیئے ہوئے قرضوں سے بنوائی جا رہی ہیں۔ ان قرضوں کو سڑکوں پر تھوپ کر مال بنایا جا رہا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ سودی جال پوری طرح مستحکم ہو۔ اس ظالمانہ نظام سے چھٹکارے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے اس نظام سے جان چھڑائی جائے اور انفرادی سود بلاواسطہ کو تو فوری طور پر ختم کر دیا جائے اور اجتماعی سود یعنی بالواسطہ سود سے جان چھڑانے کے لئے بھرپور انداز میں محنت اور کوشش کی جائے۔ اس سودی و طاغوتی نظام سے جان چھڑائے بغیر صحیح اسلامی عدل وانصاف پر مبنی نظام کا آنا تو محال، اس کے بارے میں سوچنا بھی ناممکن ہے۔ امریکہ بہادر نے مادی اسباب کے حوالے سے انتہائی کمزور طالبان حکومت کو ختم کرانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کر ڈالے کہ کہیں اسلامی معاشی، غیر سودی نظام دنیا میں متعارف نہ ہو جائے اور امریکہ نے یہ کام اپنے صیہونی آقاؤں، ساہوکاروں، بنکاروں کے حکم پر کیا۔ اگر آپ اس گرداب سے اپنے آپ کو نکالنا چاہتے ہیں تو سودی معیشت کے خلاف اعلان جنگ کرنا ہو گا، اس کو نیچا دکھانا ہو گا وگرنہ اسلامی نظام کا خواب صرف خواب ہی رہ جائے گا۔

پاکستان کی عدالتوں نے سود کے خلاف فیصلہ بھی دیا لیکن ان ہی آقاؤں کے دباؤ میں آ کر حکومت نے اس تاریخ ساز فیصلے کی دھجیاں بکھیر دیں۔ ہم تو سمجھے تھے کہ بدل جائے گی قسمت لیکن ___ ظلمت شب سے بھی بدتر یہ اُجالا نکلا ___ سود کے آگے کوئی بند باندھنے کی بجائے اور گاڑھا ننگا سودی نظام مسلط کر دیا گیا۔ اداروں اور کمپنیوں کے علاوہ اب عوام الناس کو انفرادی سطح پر جکڑنے کے لئے آسائش لون یعنی گھر بناؤ، کار خریدو وغیرہ، حیثیت کے حصول، سہولیات اور خواہشات جو کبھی پوری نہیں ہوتیں ان کے لئے قرضوں کا اجراء شروع کر کے لوگوں کو معاشی قیدی بنایا جا رہا ہے کہ صبح شام سارا خاندان محنت ومشقت کرے اور ان کی خدمت کرے۔ یہ بات طے ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ موجودہ حالات میں سود کے بغیر کام ناممکن ہے، موجودہ سود حلال ہے، اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی شک نہیں۔ البتہ جس کا یہ خیال ہو کہ ہے تو حرام، اسے چھوڑنا چاہئے اور اُس کے لئے عملی اقدام اُٹھانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو، وہ شخص گناہ گار ہے۔ اُسے جتنی جلد ہو سکے اپنی معیشت کو سود، جوئے، سٹے، لاٹری اور عورت کے حسن کو ذریعہ کمائی بنانے سے پاک کرنا ہو گا اور جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چاہتا ہے اُس سے یہ کم از کم تقاضا ہے۔ جبکہ بات یہاں ختم نہیں ہوتی، اُسے اپنی معاش کو ان غلاضتوں سے پاک کر کے اجتماعی سطح کے سود سے بھی جان چھڑانے کی سعی کرنا ہو گی، کیونکہ اُس کے ذاتی انفرادی، معاشی وسماجی حالات اسی صورت میں سنور سکیں گے۔ سود کی ہلاکت خیزی کا اندازہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ سے کیا جا سکتا ہے ''سود کے ستر حصے ہیں، اُن میں سے سب سے چھوٹا حصہ اس سے بڑا ہے کہ انسان اپنی والدہ سے بدفعلی کرے'' اس حدیث سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ سود کا لین دین کس قدر بڑا گناہ ہے جبکہ زنا کی حرمت وقباحت تو ہر مسلمان جانتا اور سمجھتا ہے۔ آج یہ ہی تقاضا ہے کہ ان تمام خباثتوں کو ختم کیا جائے ورنہ بصورت دیگر ___ میری زندگی کو بے ثمر اس نے کیا ___ عمر میری تھی لیکن بسر اُس نے کیا ___ ہماری کمائیوں کا بیشتر حصہ ان سودخوروں کی تجوریوں میں جاتا رہے گا۔ آخر کب تک غریب غریب سے غریب تر ہوتا رہے گا۔ خودکشیاں اسی طرح جاری رہیں گی، معاشی عدل کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو گا، آسودگی کبھی بھی نہ مل سکے گی کہ انسان کسی وقت تنہا بیٹھ کر اپنے مقصد تخلیق پر غور کر سکے کہ اس جہاں میں کس لئے آیا ہے اور اُسے یہاں کس انداز میں زندگی گزارنی چاہئے۔

WANTED

For English transcription we immediately require typists/transcriptionists with the typing speed of 50-70wpm. Applicant must be good in English comprehension. An attractive package will be offered. Proficient and energetic people may contact in person.

Atif Waheed
Quran Academy
36-K Model Town, Lahore Ph:5869501-3

مساوات مرد و زن

نسیم جہاں...... کراچی

ایک عرصہ سے یہ نعرے وقفے وقفے سے کبھی دبے انداز میں اور کبھی زور شور کے ساتھ سنائی دیتے ہیں کہ عورت بہت مظلوم طبقہ ہے اس کا ہر معاملے میں استحصال کیا جارہا ہے۔ اسے مردوں کے برابر حقوق چاہیے' ملازمتوں میں اس کا کوٹہ بڑھایا جائے۔ اسے آزادی چاہیے اسے جبر وستم سے نجات چاہیے۔ مستقبل میں اسے بین الاقوامی قانونی تحفظ کے ساتھ رائج کرنے کے اقدامات پر زور طریقے سے جاری ہیں کیونکہ اب ہمارے ملک میں بھی حکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں خواتین کے لیے ملازمت کا کوٹہ 33 سے 37 فیصد تک ضرور ہے جسے بڑھا کر 50 فیصد اور 70 فیصد تک کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ ایک سلسلہ ہے جس کی کڑیاں اس طرح جڑی ہوئی ہیں۔ پہلے اقوام متحدہ کا ادارہ' پھر انسانی حقوق کمیشن' خواتین کمیشن اور اس کے بعد خواتین عالمی کانفرنس یہ سب کچھ 1945 سے 1975 تک آہستہ آہستہ بتدریج ہوتا چلا آرہا۔ اب باقاعدہ ہر پانچ سال کے وقفے سے یہ کانفرنسیں دنیا کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتی رہیں۔ علاوہ ایک کے جو 1990 میں ہونا تھی اس سال یہ کانفرنس نیویارک میں 28 فروری سے 11 مارچ 2005ء تک بیجنگ +10 کانفرنس کے نام سے ہوئی۔ ہر اجلاس کے اختتام پر بات وہی رہتی کہ عورت کو آزادی چاہیے' برابری چاہیے اور اس مساوات کو پانے کے لیے مرد اور عورت کے درمیان ہر امتیاز کو ختم کر دیا جائے۔ ہر کانفرنس کے ایجنڈے کو 1979 میں قائم کیے گئے عالمی معاہدے سیڈا (CEDW) مربوط کیا جاتا ہے جسے انگریزی زبان میں Convention for Elimination Discrimination Against Women کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے دفعات اس بات کو تقویت دیتی ہیں کہ عورت کو خود کفیل بنا کر خود مختار آزاد زندگی گزارنے سے لے کر زچگی سے بھی آزدی فراہم کی جائے۔ ان کانفرنس میں کو کچھ بھی طے پاتا ہے اسے بذریعہ قانون نافذ کرنا ان ممالک کی ذمہ داری ہے جو اس معاہدے میں شریک ہیں اور 150 شریک ممالک میں پاکستان بھی شامل ہے۔ اسی سلسلہ میں ہماری حکومت پاکستان نے ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی تکنیکی امداد سے ملک کے اداروں اور معاشرے میں نافذ کرنے کے لیے اصلاح کا منصوبہ Grap ایک آرڈی نینس کے ذریعے منظور کرالیا ہے Grap مخفف ہے ان الفاظ کا Gender Reform Action Plan۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی امداد اس ایکشن پلان کے ہمارے ملک میں تسلی بخش عملی نفاذ سے مربوط ہے جس کی مدت چار سال ہے اور اس پلان کے تحت ایک ادارہ (NCSW) نیشنل کمیشن آف اسٹیٹس آف ویمن قائم کیا گیا ہے جس کی سفارشات ہیں کہ مظلوم غریب عورت کی امتیازی قوانین کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔ مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں۔ اگر الیکشن کمیشن میں 4 جج ہوں تو 2 عورتیں ہوں ہر گریڈ میں خواتین کا کوٹہ مختص ہو۔ اسقاط حمل کا حق ابتدائی 120 دنوں میں عورت کو حاصل ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس سے انحراف کی صورت میں تادیبی اقدامات بھی کیے جاسکتے ہیں۔ اب فکر انگیز بات یہ ہے کہ اگر عورتوں کو اس طرح کماؤ پوت بنا کر گھر سے باہر لے آیا جائے تو کیا اس سے موجودہ مسائل حل ہو جائیں گے یا ان میں اضافہ ہوگا۔ ہمارے ملک میں آج کل بھی خواتین جاب کر رہی ہیں جس میں ورکنگ ویمن کمیشن کی سروے رپورٹ کے مطابق 80 فیصد خواتین معاشی مجبوری کے تحت کام کر رہی ہیں 16 فیصد غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے خود کفالت کے لیے کام کرتی ہیں جبکہ صرف 4 فیصد ایسی خواتین میں جو اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے لیے جاب کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں خواتین کی خواندگی کا تناسب 11 سے 13 فیصد ہے اور اگر اس کو 18 فیصد کہا جائے تو اس میں وہ تعداد شامل ہے جو صرف اپنا نام لکھ پڑھ لیتی ہیں۔ گریجویٹ کا تناسب 20 ہزار میں ایک' ماسٹرز کا تناسب ایک لاکھ میں ایک ہے۔ اس سب کے باوجود بھی عورت کو ہر میدان میں 50 فیصد نمائندگی دی جائے تو مردوں کی بیروزگاری میں اضافہ ہوگا اور عورت کے کام دہرے دباؤ کا شکار ہوگی۔ ازواجی رشتے مالی مفادات پر ہی استوار ہونگے اور نئی نسل جو ملک کا نظام سنبھالنے کے لیے تیار ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ جبکہ وہ ہر بگاڑ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جانے والی ہستی ماں کی تربیت اور محبت کی کمی میں پرورش پائے گی۔ ہمیں آنے والی کل کو تباہی سے بچانے کے لیے اس ایجنڈے کے نفاذ کو روکنا ہوگا۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو پہچان کر عوامی شعور پیدا کرنا ہوگا۔ ہم ایک مسلم معاشرے کے فرد ہیں اس پلان کی سفارشات' اسلامی قوانین پر کاری ضرب لگا رہی ہیں۔ اسلام کہتا ہے مرد قوام ہیں۔ اسلام نے مرد پر ہی کفالت کی ذمہ داری رکھی ہے اولاد کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ عورتیں بھی کاروبار اور جاب کر سکتی ہیں لیکن مردوں کی بے روزگاری کی قیمت پر نہیں۔ مسلمانوں کے پاس تو زندگی گزارنے کا بہترین لائحہ عمل قرآن کی ہدایات اور رسول ﷺ کی سیرت وسنت کی شکل میں موجود ہے۔ ان کو کسی غیر مسلم سفارش کی کیا ضرورت ہے۔ مسلمان آج ہر طرف سرنگوں کیوں ہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنی ہدایت کی کتاب سے منہ موڑ لیا ہے۔ یہی آگہی لوگوں تک پہنچانا ہے۔

بقیہ: اداریہ

اور انسانوں کے مابین تفاوت کے خاتمہ کے لئے پوری سرکاری مشینری کو حرکت میں لانے کا قانون بنایا جاتا' لیکن نہ معلوم کیوں یہ شقیں شامل نہیں کی گئیں۔ ہماری رائے حسبہ بل کے بارے میں یہ عمومی تاثر کہ میں بلدیاتی انتخابات کے موقع پر اس بل کو اسمبلی میں پیش کرنے سے وہی نقصان ہوا ہے جو ایک اچھے کام کو غلط وقت پر کام کرنے سے ہوتا ہے' بلا جواز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں محتسب کی سروس کے دورانیہ کی توسیع کی بھی قطعی طور پر گنجائش نہیں رکھی جانی چاہیے تھی تا کہ وہ خوف اور لالچ سے بالاتر ہو کر اپنے فرائض دیانت داری سے انجام دے سکے۔

ہمیں یقین ہے کہ مرکزی حکومت کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حسبہ بل آئین سے متصادم ہے یا متوازی عدالتی نظام قائم ہوتا ہے بلکہ اس کا اصلی مسئلہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلامی شعائر کے حوالے سے اس بل کی شقیں اُس کے خداوند امریکہ کو ناراض کر دیں گی۔ نظریۂ پاکستان پر عملدرآمد کر کے اس مملکتِ خداداد کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانا تو بہت دور کی بات ہے اور اُن کے تحت الشعور بلکہ لاشعور میں بھی ایسا کوئی ارادہ یا خیال نہیں ہے وہ تو نوک زبان سے بھی اسلام کے ذکر سے تائب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ جو Soft Image of Pakistan کی اصطلاح گھڑی گئی ہے سچ پوچھیے تو سیکولر پاکستان کا دوسرا نام ہے۔ اسی لئے حسبہ بل سے ہی ان کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔ حقیقی اسلامی نظام کے لئے قانون سازی تو ان کے لئے موت کا پروانہ ہوگی۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ سندھ زیریں کے تحت کراچی میں ماہانہ شب بیداری کا پروگرام

حلقہ کی مجلس مشاورت کے سابقہ اجلاس کے فیصلے کے مطابق ماہ جولائی سے شب بیداری کا پروگرام قرآن اکیڈمی ڈیفنس سے قرآن اکیڈمی یاسین آباد منتقل کر دیا جانا تھا' لہٰذا اس پروگرام کا آغاز ہفتہ 9 جولائی ساڑھے نو بجے شب ہوا۔ سب سے پہلے محترم ڈاکٹر الیاس صاحب نے چارٹ کی مدد سے اپنے مخصوص انداز میں منہج انقلاب نبویؐ پر لیکچر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ انقلاب کے لیے حضور ﷺ کے طریقہ کار سے رہنمائی حاصل کرنا ناگزیر ہے' کیونکہ آپؐ واحد ہستی ہیں جنہوں نے اپنی ہی حیات مبارکہ میں 23 سال کی جدوجہد کے نتیجے میں جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو غالب کر کے دکھایا۔ یہ دنیا کا واحد ہمہ گیر انقلاب ہے' جبکہ دنیا کے دوسرے انقلابات میں زندگی کے کسی ایک اجتماعی گوشے میں تبدیلی آئی مثلاً انقلاب فرانس کے نتیجے میں سیاسی سطح پر ملوکیت کے خاتمے کے لیے جمہوری انقلاب برپا ہوا اور روس میں معاشی سطح پر انقلاب برپا ہوا۔ مزید برآں' ان انقلابات کی داغ بیل کسی اور نے ڈالی اور انقلاب کسی اور نے برپا کیا۔ اس کے بعد انہوں نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مختلف مراحل یعنی دعوت' تنظیم اور تربیت اور صبر محض پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور آخری مرحلے یعنی مسلح تصادم کے متبادل کے طور پر غیر مسلح بغاوت کے فلسفے کو پیش کرنے کی وجوہات اور منکر کے حوالے سے برائی کو ہاتھ' زبان یا دل سے بدل دینے والی معروف حدیث مبارکہ کی روشنی میں اس فلسفے کی تفصیلات بیان کیں۔ الحمد للہ ان کا یہ لیکچر نئے رفقاء کے لیے کافی مفید رہا جبکہ اس کے ذریعے پرانے رفقاء کی تذکیر بھی ہوئی۔ ان کے لیکچر کے بعد پروگرام کا پہلا سیشن ختم ہوا۔ 3:30 بجے شب رفقاء کو نماز تہجد کے لیے جگایا گیا۔ رفقاء رات کے پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت خشوع وخضوع نوافل میں مشغول ہو کر اس کا قرب حاصل کرنے میں لگ گئے۔ نماز فجر کے بعد انجینئر نعمان اختر نے حدیث کا مطالعہ کراتے ہوئے کہا کہ احادیث مبارکہ میں ظلم کی شدید مذمت آئی ہے۔ ظلم کے معنی کسی شے کو اس کے حقیقی مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا ہے۔ ظلم کی بدترین شکل شرک ہے جس میں یا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے مقام رفیع سے گرا کر کسی انسان کے برابر کر دیا جاتا ہے یا پھر کسی انسان کو اس کے مقام سے بلند کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ظلم کی دوسری قسم انسانوں کا انسان پر ظلم ہے' جبکہ اس کی تیسری قسم انسان کا اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جائے۔ مظلوم کی مدد تو ظاہر ہے کہ ظالم کے ظلم سے نجات دلانا ہے جبکہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔ اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات اور کیا ہوگی کہ ظالم حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ آج دنیا میں جتنے نظام نافذ ہیں وہ سب ظلم اور استحصال پر مبنی ہیں۔ انسانیت کو ان نظاموں کے جبر سے آزاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے لیے اجتماعی جدوجہد کی جائے۔ یہی حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے اور حضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق عالمی سطح پر اسلام کا نظام عدل نافذ ہوگا۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم اس میں اپنا کتنا حصہ ڈالتے ہیں۔ انجینئر نوید احمد نے منتخب نصاب کے حصہ پنجم کے آخری درس پر گفتگو کی جس میں انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کی ریشہ دوانیوں اور اس کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اظہار کو بیان کیا۔ اس وقت کے سپر پاور سے ٹکراؤ کے لیے سفر تبوک کی تیاریوں' گرمی کی شدت' خوراک اور دیگر وسائل کی کمی کے علی الرغم مومنین کے شوق شہادت کو بیان کیا۔ انہوں نے حضرات ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے درمیان انفاق کے معاملے میں مسابقت' وسائل کی کمی کی بناء پر اس غزوہ میں شرکت سے محروم رہ جانے والوں کی احساس محرومی کے کرب اور تین صحابہ کرامؓ کے تساہل کی بناء پر عدم شرکت پر ان میں سے ایک کے سوشل بائیکاٹ وغیرہ کے واقعات کے بیان کے حوالے سے رفقاء کو اپنا جائزہ لینے کی جانب متوجہ کیا۔ وہ جو اللہ کی راہ میں انفاق میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور معمولی عذر کی بنیاد پر اجتماعات میں شرکت نہیں کرتے انہیں دعوت فکر دی۔ انہوں نے اس وقت کے اسلامی معاشرے کا نقشہ کھینچتے ہوئے مسلمانوں کے نظم کی نشان دہی کی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان صحابہؓ کے بارے میں معافی کا اعلان نہیں ہوا' مسلمانوں نے ڈسپلن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے قطع تعلق کیے رکھا' لیکن معافی کے اعلان کے بعد مسلمانوں میں سے ہر ایک کی یہ کوشش تھی کہ وہ حضرت کعب بن مالکؓ کو خبر کرنے اور انہیں مبارکباد دینے میں سبقت لے جائے۔ یہ اس تربیت کا نتیجہ تھا جو مزکی و مربی اعظم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو دی تھی۔ سفر تبوک کے سفر کی صعوبتوں کو جس طرح صبر وشکر کے ساتھ انہوں نے برداشت کیا یہ انہیں کا حصہ تھی۔ انجینئر نوید احمد کے بعد اعجاز لطیف صاحب نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی کتاب زندگی کے ان اوراق کی ورق گردانی کی جو حضور ﷺ سے ان کی شدید محبت اور شوق شہادت کے جذبوں سے پر تھی۔ اختتامی گفتگو کے لیے حسب معمول امیر حلقہ محترم نسیم الدین صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے چند رفقاء کی پروگرام کے دوران نظم میں کوتاہی بالخصوص پروگرام کے دوران اونگھنے اور رات کو گھر واپس چلے جانے کی وجہ سے پروگرام کے مکمل استفادے سے محروم رہ جانے کی طرف توجہ دلائی۔ بانی محترم کے 21 جولائی کے پروگرام کے سلسلے میں انہوں نے سید اشفاق حسین صاحب کی کوششوں کی تحسین فرمائی۔ اس ماہ منعقد ہونے والی ملتزم اور مبتدی تربیت گاہوں میں شرکت کے لیے رفقاء کو ترغیب دلائی۔ توسیع دعوت کے ضمن میں حیدرآباد اور ٹنڈو جام میں ہونے والے پروگراموں میں شرکت کے لیے بھی ترغیب وتشویق دلائی۔ آخر میں انہوں نے رفقاء کو بانی محترم کے حالیہ آپریشن کی اطلاع دی اور ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے اپنی دعاؤں میں انہیں شامل رکھنے کے لیے کہا۔ آخر میں میزبان تنظیم کے معتمد جناب قیصر علی صاحب نے جو پروگرام کو کنڈکٹ کر رہے تھے' اپنی تنظیم کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا چند اعلانات کے بعد انہوں نے مسنون دعا کے بعد اس پروگرام کے خاتمہ کا اعلان کیا۔

اس پروگرام میں تقریباً 20 احباب سمیت 175 افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی راہ میں نکلنے پر جزائے خیر عطا فرمائے' پروگرام کے دوران انہیں تربیت وتزکیہ کا جو بھی حصہ حاصل ہوا ہو اس کی آبیاری کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

امیر حلقہ بالائی سندھ کا دورہ تنظیم اسلامی صادق آباد

پروگرام کے مطابق امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو صاحب اور راقم صبح ساڑھے آٹھ بجے روہڑی ایکسپریس سے صادق آباد کے لئے روانہ ہوگئے۔ دورے کی پیشگی اطلاع پہلے ہی دی جا چکی تھی' تقریباً سوا گیارہ بجے صادق آباد سٹیشن پہنچے تو مہمانوں کے استقبال کے لئے جناب سجاد منصور صاحب (امیر مقامی تنظیم صادق آباد) رفقاء کے ساتھ سٹیشن پر پہلے سے موجود تھے۔ دس منٹ کی مسافت سے تنظیم کے دفتر پر پہنچے۔ اس دوران امیر حلقہ نے مقامی امیر سے تنظیم کے حوالے سے درپیش مسائل معلوم کیے اور دعوتی و تنظیمی کام کو آگے بڑھانے کی بات ہوئی اور معاشی معاملات زیر گفتگو آئے۔

امیر حلقہ نے تجویز دی کہ تنظیم کے دعوتی کام کو وسیع بنیادوں پر علاقہ میں پھیلایا جائے' تاکہ صادق آباد کے قریب بڑے شہر رحیم یار خان اور خانپور میں محنت کر کے کم از کم اتنے رفقاء پیدا کیے جائیں کہ نظم قائم کر کے اسرہ کی بنیاد ڈالی جا سکے۔ جناب سجاد منصور صاحب (مقامی امیر) نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان شاء اللہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے گا تاکہ علاقے کے لوگوں تک تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچ سکے۔ درمیان میں رفقاء کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ اس سے پہلے امیر حلقہ نے فرائض دینی کے جامع تصور پر مختصر مگر جامع انداز میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے قرآن مجید کی مختلف آیات کے حوالے سے دین کے فرائض کھول کر سمجھائے۔ دوپہر ڈیڑھ بجے حافظ خالد شفیع صاحب کی امامت میں نماز ظہر ادا کی گئی اور اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں تقریباً پندرہ رفقاء نے شرکت فرمائی۔

(رپورٹ: نصر اللہ انصاری' سکھر)

پریس ریلیز

15 جولائی 2005ء

حسبہ بل منظور کرنے پر سرحد اسمبلی لائق مبارک باد ہے

نفاذِ شریعت کے لیے دینی عناصر کو پریشر گروپ کی صورت میں نیا کردار ادا کرنا ہوگا۔

سرحد اسمبلی میں ایم ایم اے نے حسبہ بل منظور کروا کر وہ فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے جو سرحد کے عوام نے اُنہیں بھاری اکثریت سے اسمبلیوں میں بھیج کر اُن پر عائد کیا تھا۔ یہ بات قابل صد تحسین ہے کہ خواہ تین سال کے انتظار کے بعد ہی سہی' لیکن بالآخر انہوں نے اپنے وعدے پر عمل کیا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے گلزار قائد راولپنڈی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان حکمرانوں کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے نظام تشکیل دیں۔ حسبہ بل اس نظام کی تشکیل کی طرف ایک قدم ہے جسے تنظیم اسلامی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ایم ایم اے کی قیادت کو اس اقدام پر مبارکباد پیش کرتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے ملک کے سیکولر طبقات اس بل کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور صدر پرویز مشرف نے بل پاس ہونے سے قبل اس معاملے کو رٹ میں لے جا کر بدنیتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض دانشور بھی اس موقع پر حقیقی اسلامی اقدار اور دینی تقاضوں سے اپنی بے زاری کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے واضح کیا کہ اللہ کی نظر میں یہ طرزِ عمل قرآن اور اسلام کی اس بے حرمتی کا مظہر ہے جو گوانتا موبے میں ہونے والی قرآن کی بے حرمتی سے بڑھ کر ہے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا کہ قرآئن بتاتے ہیں کہ سیکولر عناصر اور مقتدر طبقات اس بل کی مخالفت میں ہر ممکن حربہ استعمال کریں گے اور بالآخر ایم ایم اے کی یہ کاوش ناکامی سے دوچار ہوگی۔ انہوں نے ایم ایم اے کی قیادت کو مشورہ دیا کہ وہ ان معاملات میں اپنے طریق کار پر از سر نو نظر ثانی کرے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ تجربات اور قرائن بتاتے ہیں درحقیقت اس طریقے سے اسلام کے غلبے اور نفاذِ شریعت کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کام کے لیے علماء کرام اور دینی عناصر کو انتخابی سیاست سے کنارہ کش ہو کر پریشر گروپ کی صورت میں منظم ہو کر حکمرانوں پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ منکرات کا قلع قمع کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جس کی دعوت تنظیم اسلامی تیس سال سے دے رہی ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ایم ایم اے کی قیادت اپنے تین سالہ دورِ اقتدار اور حسبہ بل کے تجربے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے لائحہ عمل میں بنیادی تبدیلی لائے۔

(نوید احمد عباسی' ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی' حلقہ پنجاب شمالی)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تا کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے ---- تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

نصاب

1) عربی صرف و نحو
2) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
3) آیاتِ قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی (منتخب دروسِ قرآن)
5) تجوید و حفظ
6) مطالعۂ حدیث
7) اصطلاحاتِ حدیث
8) اضافی محاضرات

o کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869501)

❁❁ دعائے صحت کی اپیل ❁❁

☆ حلقہ بہاولنگر (شہر ہارون آباد) کے مبتدی رفیق محمد سلطان افضل صاحب کی دادی جان شدید علیل ہیں۔

☆ اسلام آباد جنوبی کے ملتزم رفیق فیصل عقیل کے والد عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔

رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ 25 سالہ ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ لڑکی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 042-5032275
نوٹ: یہ وائرلیس نمبر ہے کوڈ نمبر ضرور ملائیں

☆ کینیڈین امیگرنیٹ' سول انجینئر کے لیے آرائیں برادری سے ڈاکٹر' ایجوکیشنسٹ' مستند ادارہ سے عالمہ کورس اور اسلامی شعائر کی پابند' خوبصورت' دراز قد دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: صبح سے 11 بجے دوپہر تک
عبدالرؤف: 0333-4309772

☆ بیٹا 'BCs' کمپیوٹر سائنس (UK)' عمر 26 سال' فیملی بزنس کے لیے نیک سیرت' خوبصورت' دینی رشتہ درکار ہے۔ رابطہ لاہور: 7572547

ضرورت آیا

☆ ایک ایسی خاتون کی ضرورت ہے جو چھوٹے بچے کو سنبھال سکے اور فرصت کے اوقات میں امور خانہ داری میں ہاتھ بٹا سکے۔ مناسب تنخواہ دی جائے گی۔
رابطہ عمر صدیق: 7565419
موبائل: 0300-4683353

دفتر حلقہ لاہور کے نئے فون نمبر

☆ دفتر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں ایک نیا فون نمبر 5845090 لگ گیا ہے۔
رفقاء اور احباب توجہ فرمائیں
دفتر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے فون نمبر یہ ہیں۔
فون: 5858212-5845090
فیکس: 5858212

دُعائے مغفرت

☆ راولپنڈی شرقی کے ملتزم رفیق عابد رشید صاحب کا 5 سالہ بیٹا گردن توڑ بخار کی وجہ سے وفات پا گیا ہے۔
☆ تنظیم اسلامی گوجر خان کے بزرگ مبتدی رفیق جناب محمد ریاض صاحب وفات پا گئے ہیں۔
☆ سیالکوٹ کے نگہت بٹ نگہت کے والد محترم محبوب علی بٹ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔
قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀

★ طوبیٰ گرلز کالج کی طالبات جدید معیاری فرنیچر سے آراستہ شاندار دو منزلہ عمارت میں بہت ہی کم فیس ادا کر کے انتہائی قابل فیکلٹی کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کرتی ہیں!

Extremely Affordable Fee Structure!

★ کالج وین کا بندوبست ہونے کی بنا پر آنے جانے میں بے پناہ سہولت رہتی ہے!
★ غریب اور ذہین طالبات کے لیے وظائف کی اضافی سہولت کی بنا پر تعلیم کے خرچ کا بوجھ کم سے کم رہ جاتا ہے!

★ طوبیٰ گرلز کالج ایک غیر تجارتی تعلیمی ادارہ ہے۔ یہاں تعلیم و تربیت کا مقصد معاشی سرگرمی نہیں بلکہ اس کے پیش نظر "تعلیم بطور مشن" کا جذبہ ہے۔ اس کا مشاہدہ کرنے کے لیے آپ کا کالج visit انتہائی اہم ہے!

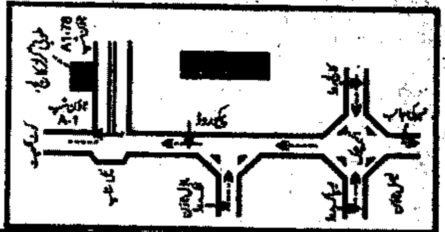

طوبیٰ گرلز کالج
78، بلاک A، ٹاؤن شپ، لاہور فون: 5114581

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ'
ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ گردے ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950-بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

سریبرینکا کا قتل عام

1995ء میں سریبرینکا یورپی نو آزاد ملک بوسنیا ہرزگووینا کا زندگی سے آباد قصبہ تھا۔ 36 ہزار آبادی والے اس قصبے میں پچانوے فیصد مسلمان بستے تھے۔ تب خونخوار سرب فوج نے ان نہتے شہریوں پر حملہ کر کے آٹھ ہزار مسلمانوں کو خاک وخون میں نہلا دیا۔ ظالم سربوں نے قتال کے بعد انہیں کئی سو لاشوں کی شکل میں خندقوں میں دفنایا تھا۔ مسلم لاشوں سے بھری ایسی خندقیں آج بھی دریافت ہوتی رہتی ہیں۔

پچھلے ہفتے بوسنیا میں سریبرینکا کے قتل عام کی دسویں برسی منائی گئی۔ اس موقع پر ایک خندق سے دریافت ہونے والی مسلمانوں کی 610 لاشوں کو اسلامی طریقے سے قبروں میں دفنایا گیا۔ اس تقریب میں بوسنیا ہرزگووینا کے مسلمان صدر سلیجمان تاجک نے بھی شرکت کی۔ ان کے علاوہ دنیا کے 50 ممالک کے پچاس ہزار شہری بھی اس سوگوار تقریب میں شریک ہوئے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپی اور امریکی اخبارات میں اس خبر کو نمایاں جگہ نہیں ملی کیونکہ وہ لندن کے بم دھماکوں کی خبروں سے پُر تھے۔ یا پھر اس لیے کہ سریبرینکا کا قتل عام ان کے گندے دامن پر نمایاں دھبہ ہے۔ 1995ء میں جب سرب فوج نے اس قصبے پر حملہ کیا تو اقوام متحدہ اِسے محفوظ علاقہ (سیف زون) قرار دے چکا تھا۔ ولندیزی فوج کا ایک دستہ وہاں شہریوں کی حفاظت کے لیے موجود تھا۔

جب سرب فوج نے وہاں حملہ کیا تو بوسنیا میں اقوام متحدہ کی امن فوج کے کمانڈر برٹرینڈ جانویئر نے سیکورٹی کونسل سے درخواست کی کہ ہمیں دفاع کرنے کی اجازت دی جائے یا ہم پھر ولندیزی دستہ سریبرینکا سے نکال لیتے ہیں۔ اقوام متحدہ نے بے پرواہی کا تاریخی مظاہرہ پیش کرتے ہوئے جنرل سے کہا کہ وہ اپنے معمول کے کام جاری رکھے۔ آخرکار سربوں نے ولندیزی فوجیوں کو حراست میں لے لیا۔ جب سرب فرار ہوتے ہوئے مسلمان مردوں بوڑھوں بچوں اور عورتوں پر گولے برسا رہے تھے تو ولندیزی کمانڈر نے اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ سرب توپیں ختم کرنے کے لیے لڑاکا جہاز بھیجے جائیں مگر اس کی درخواست رد کر دی گئی۔

جب دو ولندیزی طیاروں نے از خود دو بم سرب پوزیشنوں پر گرائے تو سربوں نے دھمکی دی کہ زیر حراست سارے ولندیزی فوجی ہلاک کر دیے جائیں گے اس کے بعد ولندیزی بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ تب سربوں نے سریبرینکا پر قبضہ کر لیا اور وہاں خوفناک قتل عام کیا جو دوسری جنگ عظیم کے بعد تاریخ انسانی کا سب سے بڑا المیہ سمجھا جاتا ہے۔ تعجب خیز اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ سرب فوج کے کمانڈر...... راتو ملاڈک اور رودوان کاراڈزک اب تک مفرور ہیں۔ اس سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا ٹریبونل انہیں جنگی مجرم قرار دے چکے ہیں یعنی ان کی گرفتاری کی کوئی کوشش نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے جب ساری توانائی اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے دیگر ارکان کی تلاش میں صرف ہو رہی ہے تو ان "معصوموں" کو کیونکر ڈھونڈا جا سکتا ہے؟

سریبرینکا میں جو کچھ ہوا وہ ایک ملک کی طرف سے دہشت گردی تھی مگر اقوام متحدہ، یورپی یونین یا امریکا نے سربیا کو ایک جھڑکی تک نہ دی۔ آج برطانوی "اسلامی دہشت گردی" پر چراغ پا ہیں یعنی وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کشمیر اور فلسطین جیسے عظیم مسائل کس کی پیداوار ہیں جہاں پچھلے پچاس برس میں ریاستی دہشت گردی کے باعث لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ اس ریاستی دہشت گردی کا موجد برطانیہ نہیں تو اور کون ہے؟

درحقیقت برطانیہ امریکا اور تمام مغربی ممالک نے انسانی حقوق کے سلسلے میں منافقت اپنائی ہوئی ہے۔ ان کے ملک میں کچھ ہو جائے۔ تو وہاں کی حکومت آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے اور ذرائع ابلاغ پوری قوت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں پر الزام تراشی کرنے لگتے ہیں یعنی انہیں عراق افغانستان فلسطین کشمیر چیچنیا فلپائن تھائی لینڈ بوسنیا اور ہرزگووینا میں مقیم مسلمان نظر نہیں آتے جو مسلسل ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ عالمی طاقتیں چاہیں تو انصاف سے کام لے کر انہیں غلامی سے آزاد کر وا سکتی ہیں مگر وہ نہیں چاہتیں کیونکہ ان کی اسلحہ ساز فیکٹریاں بند ہونے سے ہزاروں لوگ بے روزگار ہو جائیں گے نیز تین چار نئے اسلامی ممالک بننے سے عالم اسلام مزید مضبوط ہو جائے گا۔

اقوام متحدہ سے لے کر یورپی یونین تک ہر کوئی ان لاکھوں مسلمانوں کی درد وکرب میں ڈوبی آہیں نہیں سنتا کیونکہ...... کیونکہ یہ مسلمان ہیں۔ ورنہ کسی مغربی ملک میں کتے یا وہیل کو چھینک بھی آ جائے تو وہاں ذرائع ابلاغ میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ گوری چمڑی والے یہ لوگ کس قسم کے انسان ہیں کہ جانوروں پر تو وہ جان دیتے ہیں یعنی معصوم بچوں کے آنسو دیکھ کر اور بین کرتی عورتوں کی حالت زار دیکھ کر ان کے دل پتھر جیسے بن جاتے ہیں؟

اب تک مغرب کو احساس ہو جانا چاہیے کہ سریبرینکا قتل عام جیسے واقعات ہی نے مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہو گا کہ سب یورپی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ آزادی اور اسلام کی بقا کی خاطر ہتھیار اٹھانے والوں کو دہشت گرد سمجھا جا رہا ہے ان وجوہات کی بنا پر آج عالم اسلام میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے ۔

عراق ...... ابتری کا ٹھکانہ

عراقی حکومت نے 15 اگست تک نئے ملک کا آئین تیار کر لینا ہے۔ آئین اگر تشکیل پا جاتا ہے تو دیکھنا ہو گا کہ وہ عراقیوں کو پائیدار اور مستحکم حکومت فراہم کرتا ہے یا نہیں۔ فی الوقت تو عراق میں آئے دن بم دھماکے ہو رہے ہیں جن میں اتحادی فوجیوں اور باشندوں کے علاوہ مقامی افراد بھی بڑی تعداد میں مارے جا رہے ہیں۔ مزید برآں آئین کی تیاری بھی بڑے سست رفتار طریقے سے جاری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عراق میں تین بڑے گروہ شیعہ سنی اور کرد قدم قدم پر ایک دوسرے سے اختلافات ظاہر کر رہے ہیں۔ لگتا یہی ہے کہ 15 اگست تک آئین تیار نہیں ہو سکے گا۔

عراق میں تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان نہایت خطرناک ہے۔ وہاں امریکا اور برطانیہ کے ڈیڑھ لاکھ فوجی موجود ہیں۔ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس اس فوج کی واحد ذمہ داری عراق میں امن وامان قائم رکھنا ہے مگر وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ امریکا اور برطانیہ نے ایک مسلم ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی عدالت ہے جس میں ان کے اس جرم پر مقدمہ چلایا جا سکے؟

چالیس لاکھ بنگلہ دیشی چلے گئے

ایک رپورٹ کے مطابق 1976ء سے اب تک چالیس لاکھ بنگلہ دیشی اپنا ملک چھوڑ کر پردیس جا بسے ہیں۔ ورلڈ مائگریشن رپورٹ کے مطابق بیرونی ممالک سے ہر سال بیس ارب ڈالر جنوبی ایشیا کے ممالک میں آتے ہیں اور ان میں سے 12 فیصد بنگلہ دیشیوں کی ہوتی ہے بنگالیوں کی بیرون ملک جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بنگلہ دیش میں نئی ملازمتوں کا قحط ہے۔ اور خاص طور پر غیر ہنر مندوں کو کام نہیں ملتا۔ اسی لیے ملازمت کی تلاش میں بیرون ملک جانے والوں میں 48 فیصد غیر ہنر مند ہوتے ہیں۔

journalism. It's a man-bites-dog story.

Newsworthiness is measured, in part, by novelty, says Mr. Dornan. "A lot of news is the violation of expectation," he says. "We expect London, with the worst of Irish sectarian violence behind it, to be bomb-free. We have no such expectation for Iraq." But this is not on the minds of those who are rushing 43 stories in a single day in a single issue of a daily newspaper. "We shall prevail," as their headlines shows, is uppermost in the minds of the war lords on the media front. This is a perfect opportunity for the war lords to promote their ideas and continuing crusade.

"Another act of terrorism in Iraq? Regrettable, but not news." This is how the mindset has been prepared. Even if 130,000 people die, it is of no significance, because they were either all terrorists or part of the collateral damage.

In London, says Mr. Dornan, the news quotient was pushed up by the fact that the bombings occurred at the same time the leaders of the industrial nations were meeting in Britain. Canadian Prime Minister Paul Martin was hardly in danger at the G8 summit site in Scotland, but he and the rest of the best-known western leaders were in the vicinity of trauma.

This is a lame duck excuse for the fascist mindset that considers starving 1.8 million Iraqi as the "price worth it." With or without the G* heads of state in the vicinity, the response was bound to be disproportionate.

Those who are responsible for preparing such a mindset also keep in mind that there is no coverage when they unleash terror in the Muslim world. They would ban Al-Jazeera and other alternative news sources. They would kill journalists and bomb their office. But the same people when stage attacks in the West to mobilize support for their wars abroad they choose places like London and occasions like the G8 summit.

Mr. Dornan confirms it. The amount of coverage a story gets has a lot to do with who is available to cover it. Independent media is banned in Iraq. But "London is the media capital of the United Kingdom; you've got networks galore and correspondents based there so the coverage is much more accessible, instantaneously, than it would be for the western media if it had happened in some place like Jalalabad or Kandahar." This also shows, who really are behind these bombings and what they really want to achieve.

It is wrong to assume that the London bombings get more coverage because western news editors know, instinctively, they resonate more with their readers. Of course it's not a matter of news but of psychology, as Cecilia Taiana, a psychologist from Carleton University's school of social work, argues. But she is simply a psychologist, not an analyst to understand that these news editors are allied, embedded and co-opted with the neo-cons and covert war lords who justified and paved the way for invasion of Iraq and Afghanistan. They have to prove to their public that they were right in the fear mongering and promotion of war.

These editors have to take advantage of the multiple visual and emotional associations to the spaces under attack. Some like Friedman would not hesitate to bring in "suicide bombers" to justify his position as promoter of war and violence at a time when no one has even hinted at the possibility of suicide bombing.

The "mainstream" news media is so visibly taking their cues from the war lords in Washington. As the war goes on and misery multiplies they, get caught up in their tangled web of lies and deception and they need such occasions to justify their promotion and justification of the crimes against humanity. With every additional death and destruction in the occupied lands increase their personal stakes and they need to convince the public that the enemy is Islam and its way of life, as opposed to the Western way of life. Too sad, but true.

Abid Ullah Jan is author of "The End of Democracy" and "A war on Islam."

Notes

[1] Thomas L. Friedman, "If It's a Muslim Problem, It Needs a Muslim Solution," The New York Times, July 08, 2005.

[2] Don Van Natta and Elaine Sciolino, "Timers Used in Blasts, Police Say; Parallels to Madrid Are Found," The New York Times, July 08, 2005

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- **FA** (Arts Group)
- **FA** (General Science)
- **I.Com** (Banking/Computer)
- **ICS** (Math+Stat+Computer Science)
- **BA** (Ecomomics+Maths)
- **BA** (Other Combination)

داخلوں کا آغاز 25 جولائی 2005ء سے ہوگا

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض، قابل دید، ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت، فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ☎ : 5833637

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 26

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Value of Human Life for the War Lords

Close to 150,000 died in the illegal and unjust war imposed on Afghanistan and Iraq and no one is even willing to diligently count the dead. Deadly bombs went off in Iraq Wednesday and not a word was published. Hours later, in London, more bombs exploded and the western media was all over the story.

Ottawa Citizen alone published 43 analysis and one report with more than 20,000 words together in today's edition. These stories out-number the number of victims. It seems as if Ottawa Citizen was ready and just waiting for the bombing to take place in London. Not to speak of the fact that most of these stories were to frame Muslims and Islam. The stories are focused on three main aspects: fixing the blame on Muslims, showing resolve to continue war and spreading more fear.

The titles of Ottawa Citizen analysis and editorial are good enough to show these trends: "United against terror," "Resolve bred in the bone," "t could happen here, too," "This was 'inevitable'," Canada is the only target left on Osama's list," "Young, fanatical British Muslims among prime suspects," "Trying to stay one step ahead of jihadists," "Forces of fear, reality collide," "'We shall prevail. They shall not," "Recruited to wage war" and so on.

Stories like "'They've hijacked our faith'," are used to emphasise comments by one Muslim leader who is blaming Muslims for the attack but marginalising comments by another Muslim leader who calls for not jumping to the conclusions and blame everything on Muslims. There is one article to justify running so many analysis on just one day of bombing in London.

October 7, 2001 is a clear example of when bombs explode in a city on the other side of the world, it is just a matter of collateral damage if innocent people get killed. When a whole country is occupied it is for not occupation but liberation. But when a fraction of all that killing takes place in the West, it becomes an attack on freedom. Story of the bombs that ripped innocents to pieces in Iraq and caused grievous injury didn't get reported in a single Canadian newspaper.

On the other hand when bombs exploded in a city in the West, the tragedy dominated the every other newspaper, newscast and news channel in the western world. Interestingly, leading papers, such as the New York Time runs an opinion piece to implicate Muslims on the basis of the assumption that one of the bombs were set off by a suicide bomber. That assumption was good enough to write an anti-Islam article, Whereas the top story in the news section contradicts the suicide theory completely.

Friedman comes out with his war mentality as usual and writes: "one assault may have involved a suicide bomber, bringing this terrible jihadist weapon into the heart of a major Western capital... The attacks are also deeply disturbing because when jihadist bombers take their madness into the heart of our open societies, our societies are never again quite as open."[1]

The News story in the international section however contradict Friedman thesis which he used simply to vent out his anger on "jihadists." Title of the news report by Don Van Natta and Elaine Sciolino reads: "Timers Used in Blasts, Police Say; Parallels to Madrid Are Found." The first para of the story gives the conclusion: "Investigators searching for clues in the attacks here said Thursday that the three bombs used in the subway apparently were detonated by timers, not suicide bombers, and that a fourth device may have been intended for a target other than the city bus that it destroyed.Skip to next paragraph"[2]

Response of the Western media, particularly the so-called mainstream media, to the deaths in the Muslim majority world and the Deaths in other places provides lessons in the exigencies of co-opted journalism and the nature of wars imposed on the Muslim world. Ignoring the root cause and real culprits and a focus on the symptoms also helps explain why the bombs keep exploding.

It is not the number of dead in the London and Mashruh bombing that made the difference in response of the Western media. Of course, in Mashruh, there were two bombs, both rigged to cars and detonated almost simultaneously. At least 13 people were killed and 30 injured. In London there were twice as many bombs, three in the subway and one on a bus. At press time, at least 37 were killed and about 700 injured.

A notable difference, but hardly great enough to explain why one story gets no coverage and the other is broadloomed wall-to-wall, ignoring that Mashruh was just another day in the more than 2 years long bloody occupation; not to speak of the 1.8 million starved to death due to genocidal sanctions.

We might note that last February, when the deadliest bombing since the occupation of Iraq killed 125 in the city of Hillah, it warranted no more than a single story on page A6 of the same Ottawa Citizen that carried 43 stories today. The story was similarly played in most other newspapers.

Of course, body count is not directly proportionate to column inches, but column inches are directly proportional to the perceptions of the Western mind and the misconceptions that the war lords try to consolidate with the kind of coverage they give to an event.

Well, what about motive? A fake unknown group claiming responsibility for the London attacks does not justify blaming Islam and Muslims and statements from Bush, Blair and Martin that this is a war on "our way of life" and "our freedom." No one talks about the freedom and human rights of those who are under the US and its allies direct occupations in Iraq, Afghanistan, Chechnya, Kashmir, Palestine; and under indirect occupation in Pakistan, Egypt, Saudi Arabia, Uzbekistan and other places.

In Mashruh, there is no terrorism and not the same "jihadists." In Mushruh there is legitimate resistance to the occupation by the aggressors who launched a war on defenseless country on the basis of nothing but white lies.

Blindness of the Western analysts is at its peak, or they might been faking total blindness as if they don't know anything. London's plight warrants special attention for the most basic journalistic reason, suggests Chris Dornan, director of Carleton University's school of